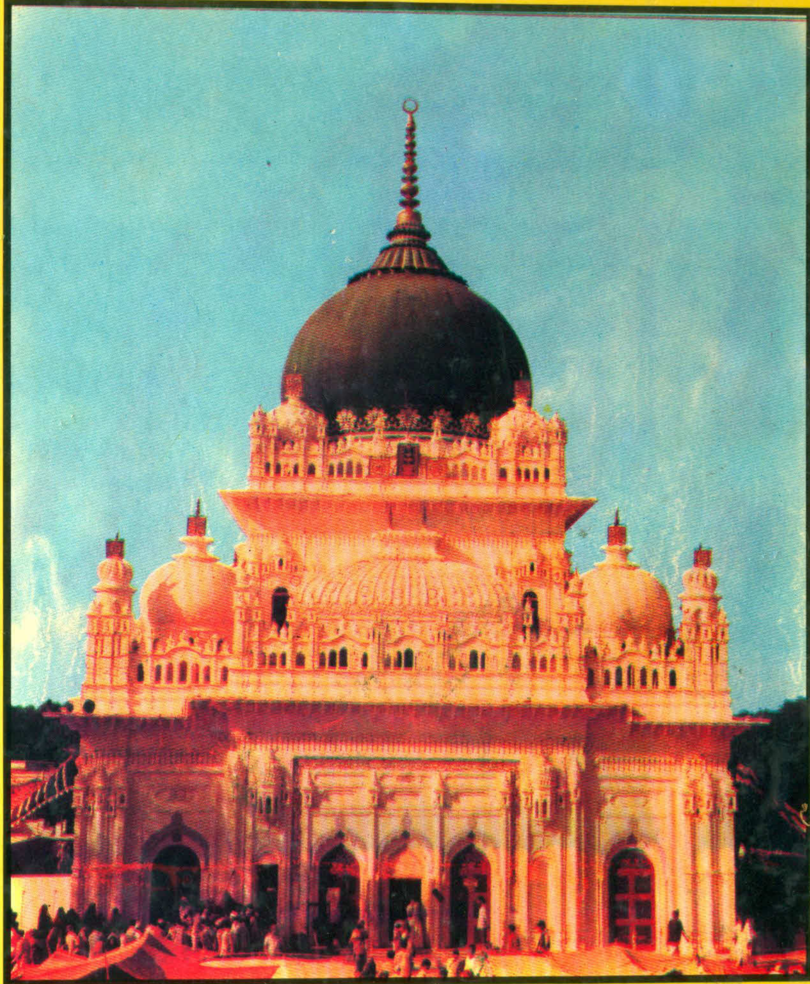
نقشِ حیرت عکسِ حیرت



حقائق و معارف آگاہ۔ بادہ کش اَلست وَبلیٰ صوفی الحاج

ابوالارشاد حضرت حیرت شاہ صاحب حیرت وارثی رحمتہ اللہ علیہ

پیشکش: حضرت عنبر شاہ وارثی پبلیکیشنز پاکستان

نقشِ حیرت عکسِ حیرت

از تصنیف: الحاج بابا حضرت حیرت شاہ صاحب حیرت وارثی رح

پیشکش: حضرت عنبر شاہ وارثی پبلیکیشنز پاکستان

حیرتِ عشق ہوئی سارے جہاں کی حیرت
دنیا حیران رہی آپ کے حیرانوں کی



الحاج بابا حضرت حیرت شاہ صاحب حیرت وارثی رح

پیشکش: حضرت عنبر شاہ وارثی پبلیکیشنز پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ لا تذرنی فرداً وّانت خیر الوارثین

نقش حیرت
عکس حیرت

از تصنیف لطیف

الحاج بابا حضرت حیرت شاہ صاحب حیرت وارثیؒ

پیشکش: حضرت عنبر شاہ وارثیؒ پبلیکیشنز پاکستان

ھوالوارث الکریم

بنام مجموعہ کلام-----------عکس حیرت ونقش حیرت

مصنف-----------عارف باللہ شہید محبت حضرت الحاج بابا حیرت شاہ وارثیؒ

طبع جدید-----------۲۸ جمادی اوّل ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۵ جون ۲۰۰۶ء

تعداد-----------ایک ہزار

زیر اہتمام-----------حضرت عنبر شاہ وارثیؒ پبلی کیشنز پاکستان

ہدیہ-----------

(مجموعہ ھذا ملنے کے پتے)

1۔ آستانہ عالیہ وارثیہ برمزار پرانوار حضرت الحاج بابا حیرت شاہ وارثیؒ
پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد کراچی

2۔ مکتبہ وارثی مین بازار بورے والہ (پنجاب)

3۔ 464۔اسٹریٹ 63۔جی 9/4 اسلام آباد، پاکستان

4۔ خانقاہ عالیہ جامعہ وارثیہ ٹرسٹ میانوالی کالونی اندرون میوہ شاہ قبرستان
منگھوپیر روڈ، سائٹ ایریا کراچی۔فون 2566910

5۔ الوارث گولڈسمتھ، پکی ٹھٹی روڈ سمن آباد نزد مسجد حافظ والی لاہور۔

نوٹ

ہر جمعرات دن 2 بجکر 50 منٹ پر گل پوشی وقل شریف دعا خیر بعد تقسیم لنگر
ماہانہ قمری چاند کی 28 تاریخ دن 2 بجکر 50 منٹ پر گل پوشی وقل شریف دعا خیر بعد لنگر
یکم صفر سالانہ عرس وارث پاک قدس سرہ
28 جمادی اول سالانہ عرس مبارک حضرت بابا حیرت شاہ وارثیؒ

بمقام آستانہ عالیہ وارثیہ برمزار مبارک حضرت بابا حیرت شاہ صاحب وارثیؒ پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد کراچی۔

عقیدت مند حضرات شرکت فرما کر فیضان روحانی حاصل فرمائیں۔



الحاج بابا حضرت حیرت شاہ صاحب حیرت وارثیؒ

ھوالوارث الکریم

نذرِ جدید

محترم قارئین، حضرت عنبر شاہ وارثیؒ پبلی کیشنز پاکستان اپنی اس پیشکش کو

شیخ الشیوخ عالم زہد الانبیاء فرید الملت والدین

حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس اللہ سرالعزیز

کے منظورِ نظر

دیوان

حضرت میاں دیوان مسعود مودود چشتی فریدی دام ظلکم

کی خدمت بابرکت میں بخیالِ خصوصی قلبی

وبلحاظ وموانستِ روحی ہدیتاً

پیش کر کے آرزومنۂ قبولیت ہیں

زبیر احمد گلزاری

حضرت عنبر شاہ وارثیؒ پبلی کیشنز پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھوالوارث الکریم

معزز قارئین

السلام علیکم

جیسا کہ آپ کے علم میں با خوبی ہے کہ حضرت عنبر شاہ وارثیؒ پبلی کیشنز پاکستان زیرِ سرپرستی حضرت مخدومی قبلہ خواجہ دلبر علی شاہ وارثی مدظلہ ۱۹۹۳ء سے دینی و روحانی قدیم و جدید اشاعت میں مصروفِ عمل ہے۔

پبلی کیشنز ہذا کی اول پیشکش حضرت بابا الحاج سید عنبر علی شاہ وارثیؒ کے بار اول مجموعہ کلام بنام العشق ھو اللہ کی اشاعت تھی پھر عقیدت مند اہل ادب حضرات کے بے حد اسرار پر اگست 1999ء میں کلیاتِ عنبر وارثیؒ شائع کیا جو ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہوگیا۔ پھر 2005ء میں صد سالہ جشن وارث پاکؒ کے موقع پر ایک عظیم الشان مجلّہ بیادگارِ عام وارث الاولیاء شائع کیا پھر مارچ 2006ء میں حضرت بابا کمال شاہ وارثی دیوہ باشی کا کلام بکمال کتابچہ شائع کیا، اب کلیات عنبر وارثی حسب فرمائش جناب فاروق احمد صاحب اور سلامِ اہلبیتؑ از نتیجہ فکر جناب استاد باقر حسین باقر شاہجہانپوری مرحوم زیر طباعت ہے۔ غرضیکہ اب آپ کے پیش نظر حسبِ فرمائش جناب محترم زبیر احمد گلزار صاحب سلسلہ عالیہ وارثیہ کے جلیل القدر علمی و روحانی بزرگ شخصیت عارف باللہ شہید محبت حضرت الحاج بابا حیرت شاہ وارثیؒ کے مجموعہ کلام

بنام عکس حیرت و نقش حیرت ایک ہی جلد میں یکجا زیور طباعت سے آراستہ پیش خدمت ہیں ۔ حضرت عنبر شاہ وارثی ؒ پبلی کیشنز پاکستان مستقبل میں سلسلہ عالیہ وارثیہ و دیگر بزرگان دین کے تمام شعری خزانہ کو منظرِ عام پر لانے کا خواہشمند ہے جو ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکے لہذا اس سلسلے طباعت روحانی میں ان تمام حضرات سے التماس ہے کہ جن کے پاس بزرگانِ سلسلہ عالیہ وارثیہ و دیگر بزرگان کا کلام موجود ہے لیکن کسی بھی وجہ سے طباعت سے محروم ہے اور عقیدت منداُن کے کلام سے نہ صرف نہ آشنا ہیں بلکہ اُنکے روحانی فیضان سے بھی محروم ہیں۔

لہذا حضرت عنبر شاہ وارثی ؒ پبلی کیشنز پاکستان کو وہ ادبی روحانی مسودے عنایت فرمائیں تاکہ انہیں طباعت سے آراستہ کرکے اشاعت کی سعادت کے ساتھ ساتھ عقیدت مندوں تک شعری سرمایہ پہنچا کر بزرگانِ دین کی خدمت کی سعادت حاصل کرسکیں ، ہمیں قوی امید ہے کہ آپ اس کارِ خیر میں جلد از جلد ہم سے تعاون فرمائیں گے

اے وارثِ دوعالم اب اسکی لاج رکھنا
تیری ہی رحمتوں سے حیرت کی آبرو ہے

طالب دعا
میاں نور محمد وارثی
سیکریٹری جنرل پبلی کیشنز ھذا

بیانِ حیرت

اب تو ہر عنوان حیرت، حیرت عنوان ہے
حیرت خاموش گویا حیرت گفتار ہے۔

حیرت، حیرت آفرین، حیرت افزا، حیرت زدہ، حیران

ان سب لفظوں کی لغوی تاثیر حضرت قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ کی پُرنور روحانی شخصیت میں ظاہر و باطن آشکار نظر آتی ہے۔

وارثی حیرت جہاں پر چھا گئی
صدقے اپنے جامہ احرام کے

گویا کہ سارا کا سارا اندازِ زندگی حیرت ہی حیرت میں گم و محو تھا

کیونکہ جس وقت آپ اس دنیائے فانی میں ظہور پزیر ہوئے تو عکس حیرت بن کر چھا گئے

زمانے پہ چھائے نہ کیوں بن کے حیرت
تمہاری نظر میں سمایا ہوا دِل

پھر اس دنیائے فانی میں ۶۷ سال جمال حیرت کی کرشمہ سازی فرماتے رہے۔

میری حیرت کے نقشے میں سمایا گلشن عالم
ہر اک ذرے کو پایا اپنی حیرت کا نشاں ہم نے

پھر اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی تو نقش حیرت ہو گئے

مرتے مرتے بھی رہا آپ کا ارماں مجھکو
چلتے دم خوب ملا حشر کا ساماں مجھکو
حسن آئینہ ہوا عشق کی حیرت نہ گئی
ان کی حیرت نے کبھی چھوڑا نہ حیراں مجھکو

معزز قارئین

سلسلہ عالیہ وارثیہ کی اس حیرت کو باوضو ملاحظہ فرمائیں۔

یقیناً آپ کو عکس حیرت اور نقش حیرت کا مطالعہ روحانی حیرت میں گم کردے گا۔

اور جب آپ روحانی حیرت میں گم ہوجائے گے تو آپ پر روحانی ابرِ حیرت برسے گی

شعر حیرت فزائے عالم میں
سب کا ان میں بیاں ہے گویا

میں حضرت عنبر شاہ وارثیؒ پبلی کیشنز پاکستان کی اس حیرت انگیز پیشکش پر محترم المقام قبلہ خواجہ دلبر شاہ صاحب وارثی اور جملہ اراکین کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ

اُن کی حیرت نصیب ہوجاتی
میں بھی آئینہ ساز ہوجاتا

خیر اندیش

زبیر احمد گلزاری

ساکن اسلام آباد پاکستان

عارفِ باللہ شہید محبت سراپا حسن حیرت جمالِ نقشِ حیرت

حضرت الحاج فقیر بابا حیرت شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ

جن کا فیضانِ محبت آج بھی جاری وساری ہے

تحریر: ____ حضرت خواجہ دلبر علی شاہ وارثی صاحب مدظلہ

سرپرست اعلیٰ:

حضرت عنبر شاہ وارثی پبلی کیشنز پاکستان

خداوندِ عالم جس کو خوبی عطا فرماتا ہے، اس کو ہر اعتبار سے گلدستہءِ قدرت بنا کر اہل عالم کے روبرو پیش کرتا ہے تو اہل دانش ہی نہیں ساری کی ساری دنیا اُسے حیرت سے دیکھتی اور حیران ہوتی ہے کہ

وہ مصور کیسا ہوگا
جس کی یہ تصویر ہے

یہ مجسمہءِ حیرت ۱۸۸۷ء کو شہر جالندھر حویلی حسن خان کے ایک دین دار آرائیں خاندان مین ظہور پزیر ہوا، والد بزرگ نیک سیرت کا نام میاں احمد بخش صاحب وارثیؒ تھا، والدین نے مجسمہءِ حیرت کا نام عبدالرحیم رکھا۔

حضرت سید بابا عنبر علی شاہ صاحب وارثیؒ اپنی قلمی تصنیف میں بزرگانِ جالندھر کی روایت نقل کرتے ہیں کہ عزیز واحباب اس مجسمہءِ حیرت کو دیکھ کر محوِ حیرت رہ جاتے اور بے ساختہ جوشِ عقیدت سے آپ کے والدین کو مبارک باد پیش کرتے۔

تجلّیِ جمالِ روئے جاناں
تجھے اے دیدۂ حیراں مبارک

گویا کہ آپؒ نہایت ہی حسین وجمیل ظہور پزیر ہوئے تھے کہ ہر خاص وعام آپؒ کے حُسنِ مُطلق کو دیکھ کر محو حیرت ہوجاتا، آپکو ظاہری حُسن وجمال کے ساتھ باطنی طور پر بھی حق تعالیٰ نے حسن ظن وحسنِ اخلاق کی

دولت سے مزین فرمایا تھا۔

آپ کا جلوہ بھی کیا چیز ہے اللہ اللہ
جس کو آجائے نظر وہ بھی تماشا ہو جائے

دیگر یہ کہ بچپن ہی سے آپؒ پاکیزگی و پاک دامانی سے آراستہ تھے، یعنی نماز اور روزہ کا حد درجہ شوق دامن گیر تھا، والدین سے اذان کی آگاہی کرتے کہ اذان کب ہوگی مجھے مسجد جانا ہے جب اذان ہوتی تو آپ وضو فرما کر بڑی ہی عقیدت و محبت سے مسجد میں جا کر نماز با جماعت ادا فرماتے شہر جالندھر کے صاحبِ باطن بزرگان آپ پر خصوصی شفقت و محبت فرماتے تھے کیونکہ وہ آپ میں درویشی کے جوہر عیاں دیکھ رہے تھے

حریم ناز میں اور چھپ کر بیٹھنے والے
کبھی تو اہل نظر بے نقاب دیکھیں گے

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم و تربیت اپنے گھر ہی پر حاصل فرمائی پھر شہر جالندھر کے ایک ہائی اسکول سے میٹرک اعلیٰ درجہ پاس کر کے بعدہ سینٹ اسٹیفن کالج دہلی سے انٹر پھر اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کیا مگر دوران تعلیم حاصل کرنے کے باوجود آپ نماز سے غافل نہ ہوئے گریجویشن کرنے کے بعد گورنمٹ پنجاب کے مختلف محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ پھر ICS کر کے پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف میں اسٹنٹ ڈائیریکٹر سے ترقی کر کے ڈپٹی ڈائریکٹر مقرر ہوئے اسی دوران 1927ء میں ایک روز شہر جالندھر میں سرِ راہ حضور امام وارث الاولیا قدس سرہ کے مرید خاص و خرقہ پوش فقیر عاشقِ رسولؐ فدائے وارث کونین حضرت قبلہ میاں بیدم شاہ صاحب وارثیؒ کی چشمِ کرم آپ میاں عبدالرحیم پر پڑی تو بے ساختہ نگاہیں بول اٹھیں کہ "وہ لے لیا دل" بقول از خود میاں عبدالرحیم کہ!

یہ حضور قبلہ میاں (بیدم شاہ) وارثیؒ کی چشمِ نیم باز کا اعجاز حسن تھا کہ کرشمۂ عشق وارث کہ جسنے مجھ کو محوِ تحیر کردیا بس پھر کیا تھا دل کی دنیا ہی زیر و زبر ہو کر رہ گئی شب و روز ایسی کیفیات میں گم و بسر ہونے لگے، آخر ایک شب عالم رویا میں مجھ ناچیز کو حضور سیدنا امام وارث الاولیاء سرکار عالمپناہ قدس سرہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا کہ اوّل حضور سرکار عالم پناہ قدس سرہ نے مجھ ناچیز کو طلب فرمایا تو خادم خاص حضرت میاں فیضو شاہ صاحب وارثیؒ نے میرے نام کی منادی کی تو میں سرکار کے حضور حاضر ہو کر قدم بوس ہوا تو سرکار عالم پناہ

قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے مجھے شرینی نوش کروائی پھر میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور میرا ہاتھ (حضرت) قبلہ میاں بیدم شاہ صاحب وارثیؒ کے دست مبارک میں دے کر ارشاد فرمایا

"لو یہ ہماری حیرت ہے، اِسکو حفاظت سے رکھو"

جب صبح بیدار ہوا تو صبح صادق کا وقت تھا، اور میری آنکھیں نور علیٰ نور ہو گئیں تھی مجھے زمین و آسمان کی ہر مخفی شے نظر آرہی تھی، اسی عالم میں وضو کر کے نمازِ فجر کے لئے مسجد چلا اور نماز با جماعت ادا کی مسجد میں سب نمازی مجھے حیرت سے دیکھنے لگے اس وقت میری آنکھیں روشن چمکدار منہ اور جسم سے خوشبوں کی مہک جاری تھی امام صاحب نے بڑی شفقت و محبت سے میری پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کیا شب کو حاجی وارث پاکؒ کی زیارت تو نہیں ہوگئی جس کی وجہ سے تم محوِ حیرت ہو میں امام صاحب کی مبارک باد کے ساتھ ہی گھر آگیا مگر میری دلی کیفیات میں اور بھی بے قراری طاری ہوتی گئی۔

اسی بے قراری کے عالم میں میں دلی روانہ ہو گیا تو اوّل دہلی شریف میں درگاہ حضرت شیخ کلیم اللہ چشتیؒ میں قدم بوسی و سلامی پیش کی پھر حضرت سرمد مست قلندر شہیدؒ کے مزار مبارک پر قدم بوسی پیش کی وہاں ایک مست درویش نے با آواز بلند صدا لگائی کہ (حضرت) نصیر الدین محمودؒ دہلی شریف کا روشن چراغ ہیں حضرت امیر خسروؒ محبت ہیں حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی ہیں اور ساری دہلی کے قطب اقطاب خواجہ بختیار کاکیؒ ہیں، پھر میں نے اس درویش کے اشارہ پر ان سب بارگاہ خواجگان میں قدم بوسی و سلامی دی اور آخر درگاہ سرکار قطب اقطابؒ مہرولی میں شب باشی کی کہ شب کو حضور سرکار قطب اقطابؒ نے ارشاد فرمایا کہ پھر حضرت سرمد مست قلندر شہید کی بارگاہ میں سلامی پیش کرو میں یہ حکم پا کر صبح ہی جامع مسجد دہلی مزار پر انوار سرمد مست قلندر شہید میں حاضر ہوا قدم بوسی و سلامی پیش کی تو پھر اُسی درویش نے صدا دی کہ تم کو حضور حاجی وارث پاکؒ قصبہ دیوہ شریف بلاتے ہیں اُس درویش سے یہ خبر پا کر میں اور بھی بے قرار ہو گیا

دل اڑائے لئے جاتی ہے ہوا دیوئی کی
ملتی جلتی ہے مدینہ سے فضا دیوئی کی

اور دہلی شریف سے لکھنو، لکھنو سے بارہ بنکی قصبہ دیوہ شریف آستانہ عرش نشان سرکارِ عالم پناہ امام وارث الاولیا قدس سرہ شب کو حاضر ہوا، دیکھا کہ آستانہ شریف کے صدر دروازے پر حضور قبلہ میاں (بیدم شاہ صاحب) وارثیؒ رونق افروز ہیں کہ جیسے کسی کے انتظار میں ہوں جب میں صدر دروازے کے قریب حاضر

ہواتو حضور قبلہ میاں بیدم شاہ صاحب وارثیؒ نے مجھے مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ "عبدالرحیم آ گئے تو میں نے باادب عرض کیا کہ حضور غلام حاضر ہے "بس پھر کیا تھا حضور قبلہ میاں (بیدم شاہ) صاحب وارثیؒ مجھے لیکر باحضور سرکارِ عالم پناہ قدس سرہ کے آستانے شریف میں حاضر ہوئے بیعت وارث پاکؒ سے مشرف فرما کر میرے دنیاوی کپڑے اُتار کر زرد کفن پوشی فرمادی اور ارشار فرمایا

کہ "اب تم پریشان نہ ہو سرکارِ عالم پناہ قدس سرہ نے اپنی حیرت تم کو عطا فرمادی ہے آج سے تمہارا نام عبدالرحیم نہیں حیرت شاہ وارثی ہے جو بھی تم کو دیکھے گا وہ خود ہی حیرت زدہ ہو جائے گا

یارے من بکمال رعنائی

خود تماشا ہو خود تماشائی

جناب میاں حاجی عطاء اللہ ساگر وارثی (مرحوم) اپنی تصنیف خیر الواثین میں روایت نقل کرتے ہیں کہ

"جس شب آستانہ معلّٰے دیوہ شریف آپ حضور قبلہ میاں حیرت شاہ صاحب وارثیؒ کی احرام پوشی ہوئی تو صبح مبارک باد کی محفل منعقد ہوئی سارے قصبہ دیوہ شریف میں میٹھائی تقسیم حضرت قبلہ حافظ پیاری شاہ صاحب وارثیؒ نے کروائی تھی "بعد محفل حضور قبلہ میاں (بیدم شاہ) صاحب وارثیؒ نے مجھ حیرت زدہ کو کچھ ضروری ہدایات وآداب خرقہ پوشی وریاضیت تعلیم فرما کر رخصت کردیا

جس طرف دیکھتا ہوں جلوہٴ جانانہ ہے

اب نظر میں کوئی اپنا ہے نہ بیگانہ ہے

جس وقت آپ اپنے شہر جالندھر پہنچے تو ہر شخص آپ کو دیکھکر حیرت زدہ تھا، مگر آپ فرماتے ہیں کہ سب لوگ ہم کو ہی دیکھتے تھے مگر ہم کو اپنا ہوش نہیں تھا۔

نیرنگِ حُسن یار نے دیوانہ کردیا

ہوشِ بہار ہے نہ خزاں کی خبر مجھے

شب کو ہم حضرت سید ناناصر الدین شاہؒ کے دربار میں شب باشی میں مصروف تھے کہ گھر سے خبر آئی کہ ہماری اہلیہ صاحبہ رحلت فرما گئی ہیں اور محمد ارشاد احمد کو یتیم کر گئی ہیں مگر ہمیں اپنی اہلیہ کی رحلت اور اپنے فرزند کی یتیمی کا غم وافسوس نہ ہوا۔

یہ نہیں معلوم کوئی زینتِ آغوش ہے

بے نیازِ ہوش کتنا بے نیازِ ہوش ہے

درگاہ شریف کے خادمین نے اہل خانہ وعزیز واحباب کو سمجھایا کہ اب یہ حضور سرکار حاجی وارث پاک قدس سرہ کے فقیر ہوگئے ہیں اور ان کو فقیری اختیار کرنے کے بعد دنیاداری کرنے کا حکم نہیں ہے برائے کرم ان کو پریشان نہ کرو! یہ تو پہلے ہی سے مدہوشی کے سی کیفیات میں محو وگم ہیں انہیں کسی بات کا ہوش ہی نہیں ہے۔

غرضیکہ آپ کچھ روز درگاہ شریف حضرت سیدناناصر الدین صاحبؒ قیام فرما کر کپورتھلہ کے جنگلوں میں شب وروز سخت مجاہدے کرتے رہے، اس مجاہدوں کے دوران آپ کا ماسوا اپنے رہنماء کامل (حضرت میاں بیدم شاہ صاحب وارثیؒ) کہ کسی سے رابطہ نہ تھا، آپ نے ایک عرصے کپورتھلہ کے جنگلوں میں وہ وہ مجاہدے سر کئے جسکو سن کر حیرت ہوتی ہے۔

غرضیکہ جب آپ نے عبادت وریاضیت ومجاہدوں سے کامل روحانیت حاصل فرمالی تو راہنمائے کامل حضرت میاں بیدم شاہ صاحب وارثیؒ نے آپ حیرت شاہ صاحبؒ کو مخلوقِ خدا کو بیعت کرنے کی اجازت عنایت کی اور سلسلہ عالیہ وارثیہ کی تبلیغ واشاعت کی ہدایت فرمائی۔

جب خیال یار کا مسکن مرا سینہ ہو

سامنے آنکھوں کے اک حیرت کا آئینہ ہوا

آپ قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ نے بحکم مرشد سلسلہ عالیہ وارثیہ کی تبلیغ واشاعت کے لئے جمعیۃ الوارثیہ کی بنیاد شہر جالندھر میں رکھی دیگر کرتار پور موضع نڈالہ (کپورتھلہ) ریلوے اسٹیشن ڈھلواں امرتسر، لاہور، ملتان، پاکپتن شریف، بھاولپور، چٹاگانگ ودیگر مقامات پر بلخصوص شہر کراچی تک جمعتیہ الوارثیہ کی رکن سازی جاری فرمائی اور ساتھ ہی دیگر ممالک ایران، عراق، ترکی، شام اُردن سوڈان، مصر، بیت المقدس، سعودیہ العربیہ آپ باذاتِ خود تبلیغِ دینی وروحانی فرماتے رہے آپ تاحیات جمعتیہ الوارثیہ کے صدر رہے اور سیکریٹری جنرل آپ کے مرید خاص، خرقہ پوش فقیر برصغیر کے معروف صوفی نعت گو شاعر عاشق رسولؐ حضرت الحاج سید عنبر علی شاہ صاحب وارثی چشتی اجمیریؒ المعروف شاہ میاں تھے۔

غرضیکہ آپ قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ نے تاحیات سلسلہ عالیہ وارثیہ کو فروغ دینے میں کمال فریضہ

انجام دیا، آپؒ نے 1927ء سے اکتوبر 1963ء تک سیاحی میں زندگی بسر فرمائی بحکم مرشد نہ کوئی گھر بنایا نہ کبھی زرو دولت یا کم سامانِ زندگی جمع کیا ساری زندگی توکل اللہ بسر فرمائی عقیدت مند و مریدین روپے یا سامان نذر کرتے وہ آپ اُسی وقت غریب اور مسکینوں میں تقسیم فرمادیتے۔

غرضیکہ آپؒ کے مزاج میں حیرت نما استقلال اور یک رنگی تھی کہ دیگر سلسلہ کے فقراء و مشائخین دیکھکر محو حیرت ہوجاتے اور حقیقتاً برصغیر کی معروف خانقاہوں کے مسند نشین حضرات آپ کی وضعداری پر حیرت زدہ تھے کہ آپ کی سالانہ اعراس بزرگانِ دین کی تقریبات میں شرکت وضعی ضرب المثل تھی۔

اور از خود بھی بزرگانِ دین کے سالانہ و ماہانہ اعراس مختلف شہروں اور قصبوں میں عظیم الشان اہتمام سے منعقد فرماتے کیونکہ یہ عمل آپ کا تبلیغی مشن تھا جسمیں ہزاروں عقیدت مند آپؒ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوکر فیضانِ وارث پاکؒ حاصل فرماتے

کوئی میری آنکھوں سے دیکھے تو دیکھے
ہے ہر شکل میں جلوہ گر شانِ وارث

آپ ہی نے 1949ء میں حضرت قاضی حافظ اکمل شاہ صاحب وارثیؒ کے چہلم کے موقعہ پر بمقام چھپر شریف ڈاکخانہ چنگا بنگیال تحصیل و ضلع گوجرخان (پنجاب) میں بر مزار مبارک حضرت حافظ اکمل شاہ صاحب وارثی آستانہ عالیہ وارثیہ کی بنیاد رکھکر ۷ اور ۸ مارچ کو سالانہ عرس مبارک کی داغ بیل ڈالی اور ۹ مارچ کو از خود اپنی جانب سے مرکزی جلوس چادر شریف کا اہتمام شروع کیا جس کو آپ تاحیات احسن وضعداری سے منعقد کرتے رہے، جب آستانہ وارثیہ چھپر شریف کے خادمِ خاص حضرت میاں عبداللہ شاہ وارثیؒ کا وصال 1955ء میں ہوا تو آستانہ وارثیہ چھپر شریف کے جملہ انتظامات کیلئے آپ نے قاضی عزیز احمد کی احرام پوشی کر کے عزت شاہ وارثی کے خطاب سے نواز کر آستانہ وارثیہ چھپر شریف کا ناظم اعلیٰ مقرر فرمایا اور از خود قاضی عزت شاہ صاحب وارثیؒ کی تعلیم و تربیت فرماتے رہے اور انتظامات وارثی خانقاہ کے دستورِ عمل سے آگاہی و رہنمائی فرماتے رہے۔

غرضیکہ آپ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ نے سلسلہ عالیہ وارثیہ کی تنظیم و ترقی کے لئے کراچی سے ایک پندرہ روزہ رسالہ الوارث بھی جاری کیا جو آپؒ کے وصال کے بعد بھی کافی عرصہ جاری رہا آپ حضرت قبلہ حیرت

شاہ صاحب وارثیؒ کو فنِ موسیقی پر بھی کامل دسترس حاصل تھی۔

حضرت امیر خسروؒ کی ایجادِ موسیقی سے باخوبی، واقفیت تھی اور بڑے بڑے خاں صاحبانِ موسیقی آپ سے فنِ موسیقی میں اصلاحات طلب و حاصل کرتے تھے، اور آپ فن موسیقی کے وہ مخفی نکات بیان فرماتے جس کو سُن کر ماہرین موسیقی محو حیرت رہ جاتے تھے۔

بقول مشائخین عظام کہ اہتمامِ سماع کے آداب بجالانے کا حق و حصہ آپ قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ پر تمام تھا۔

آپ دورانِ سماع فارسی کلام میں وہ وہ اُردو کے برجستہ اشعار چسپاں کرتے کہ محفل سماع میں اور بھی جوش پیدا ہوجاتا تا، فن قوالی میں آپ نے مولوی مبارک علی خاں اور مولوی فتح علی خان مرحوم اور بین الاقوامی شہرت کے حامل قوال حاجی غلام فرید صابری المعروف عالم شاہ وارثیؒ برادران کی بالخصوص تعلیم و تربیت اور اپنی نیک دعاؤں سے نوازا کہ آج یہ حضرات فن قوالی کی دنیا میں وہ مقام پیدا کر گئے کہ دنیائے قوالی میں نقش عظیم ہوگئے، آپ فن قوالی کے ضمن میں خانقاہی قوالوں کی حوصلہ افزائی کے پیش نظر خطاب برائے تمغہ حسنِ کارکردگی سے بھی نوازتے تھے۔ غرضیکہ آپ حضرت حیرت شاہ صاحب وارثیؒ جس محفل میں شرکت فرما ہوئے محفل کے میر مجلس ہوگئے برصغیر کی بڑی بڑی خانقاہوں کے مسند نشین آپ کا بے حد ادب و احترام کرتے نظر آتے۔

بقول:۔ حضور بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے دربار گوہر بار کے دیوان حضرت میاں دیوان غلام قطب الدین صاحب چشتی فریدیؒ کہ

"میں نے اپنی زندگی میں بے شمار علماء مشائخین عظام و درویشوں سے نیاز حاصل کیا مگر حضرت قبلہ فقیر حیرت شاہ وارثیؒ جیسا بکمال درویش نہیں دیکھا آپؒ کی چشم مست مئے توحید کا چلتا پھرتا ساغر تھی جس نے بھی ایک نظر دیکھا وہ محو حیرت ہوگیا" اور پیری میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب جیسا باصفات مجاہد پیر نہیں دیکھا

بقول:۔ حضرت استاد باقر حسین باقر شاہجہانپوریؒ کہ

قیامِ پاکستان کے بعد اگر پاکستان میں قوالی کو روح شناس کرانے اور قوالی کو فروغ دینے کا سہرا اگر ہے تو وہ حضرت قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ کے سر ہے آپؒ ہی نے پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں اعراس

بزرگانِ دین منعقد کر کے محفل سماع کو بااحترام فروغ دیا۔ شہر کراچی میں آپ ہی نے انجمن خواجگان چشت اہل بہشت رجسٹرڈ پاکستان قائم فرما کر حضور خواجہ غریب نواز سلطان الہند اا اجمیریؒ کا تین روزہ مرکزی عرس مبارک بمقام جہانگیر پارک صدر کراچی میں داغ بیل ڈالی تھی اور دیگر سلسلہ وارثیہ کے اعراس مبارک کی محافل خالق دینا حال ایم۔اے جناح روڈ کراچی میں عظیم الشان منعقد کرتے رہے۔

کیونکہ آپ از خود فنِ موسیقی سے کامل طور پر باخبر اور صاحب دیوان بلند پایہ شاعر تھے۔ فن شعری میں بھی آپ نے توحید و تصوف کے وہ وہ نکات نظم فرمائے کہ جس سے اہل ادب بھی محو حیرت ہو جاتے تھے اور ہیں ۔

آپ جس مشاعرے میں غزل سرا ہوتے اہل مشاعرہ حیرت میں گم ہو جاتے تھے۔ بقول حضرت میاں آفتاب الکریم المعروف پاشا میاں یوسفی تاجی مسند آرا سلسلہ تاجیہ یوسفیہ پاکستان کہ لکھنو کے ایک مشاعرے کا حال جناب جوش ملیح آبادی (مرحوم) نے حضرت بابا ذھین شاہ صاحب یوسفی تاجیؒ سے دوران محفل خانقاہ تاجیہ میں بیان فرمایا کہ

" لکھنو میں ایک روز دوران مشاعرہ حضرت قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ آپہنچے تو نقیب مشاعرہ نے آپ کو باصد احترام غزل سرائی کی دعوت پیش کی تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ تو طرحی مشاعرہ ہے تو نقیب مشاعرہ نے حضرت کو طرحی مصرع گوش گزار کیا اور آپ حضرت حیرت نے برجستہ غزل

کہ کسی کا تیرے نظر دل کے پار ہو کے رہا
تو دل نے دم بھی نہ مارا نثار ہو کے رہا

تمام اہل مشاعرہ پر حیرت طاری ہو گئی میں بھی آپ کی حیرت سرائی میں محو ہو گیا پھر میں نے اپنا کلام پیش کرنے سے قبل حضرت حیرت کو حسن عقیدت با ایں پیش کیا کہ

کچھ اس شان سے جو غزل پڑھی حضرت نے
نزولِ رحمتِ پروردگار ہو کے رہا

آپؒ نے 1947ء ایک ادبی سب رنگ ڈائجسٹ بھی جاری کیا اور اپنے مجموعہ کلام نقش حیرت اور عکس حیرت بھی شائع کئے ۔ آپ قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ کے ہم عصر شعراء میں جناب مولانا چراغ حسن حسرت

، جناب خلیفہ عبدالحکیم، جناب جگر مراد آبادی، جناب جوش ملیح آبادی، جناب صوفی غلام مصطفےٰ تبسم، جناب عرس ملسیانی، جناب سر عبدالقادر، جناب مولانا تاجور نجیب آبادی، جناب مولانا حامد علی خان، جناب ساغر نظامی، جناب لبھو رام جوش، جناب احسان دانش، جناب قدیر لکھنوی جناب بہزاد لکھنوی، جناب سراج لکھنوی جناب عبدالحفیظ جالندھری، جناب عزیز الملک میاں عبدالعزیز سلیمانی، جناب استاد باقر حسین باقر شاہجہانپوری جناب مولانا کامل جونا گڑھی مولانا ذھین شاہ تاجی جناب افقر موہانی، سیماب اکبر آبادی وغیرہ ہم شامل تھے۔ غرضیکہ آپکی ادبی و روحانی شخصیت سراپا حیرت ہی حیرت تھی۔ اکثر آسیب زدہ مریضوں کا علاج آپ چشمِ حیرت اور موسیقی کی بندشوں سے فرما دیتے تھے آپ کی ذات بابرکات سراپا کشف و کانِ کرامت تھی۔ بقول حضرت الحاج سید عنبر علی شاہ وارثی چشتی اجمیریؒ کہ

حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ سے اکثر بے ساختہ کرامات کا ظہور ہو جاتا تھا اور ہر آنے والے کی مخفی کیفیات دوسرے لوگوں پر کھکر بیان فرمادیتے تھے اکثر شب کو ہم نے یہ بھی دیکھا کہ آپ قبلہ شاہ صاحبؒ کا سرِ مبارک اور ہاتھ جسم سے جُدا جُدا ہو جاتے تھے۔ غرضیکہ آپ قبلہ شاہ صاحبؒ سراپا تصویر عشق وارث کی حیرت نما تصویر تھے آپ سیف زبان ہونے کے ساتھ ساتھ سیف نظر تھے جس پر بھی نظرِ کرم ڈالی گویا کہ کام تمام کر گئی آپ صاحبِ حال بنانے والے کامل و اکمل وارثی درویش تھے۔ اس ناچیز فقیر (حضرت عنبر شاہ وارثیؒ) کو ۳۲ سال حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ کے خدمتِ سفر و حضر میں حتی کہ حجاز مقدس میں بھی ہم رکاب رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے" آپ قبلہ شاہ صاحب بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے آپ قبلہ شاہ صاحبؒ کے دست حق پرست پر بے شمار مخلوق خدا نے بیعت وارثیہ ہو کر فیضان وارث پاک حاصل کیا اور کافی مریدین نے نصف اور پورا احرام خرقہ وارثیہ حاصل فرما کر صاحبِ مقام روحانی پر فائز ہوئے۔ آخیر کار قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ تلاشِ محبوبِ حقیقی میں ۲۸ جمادی اول ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۷ اکتوبر 1963ء بروز جمعرات بمقام مکتبہ الوارث ۴۵ کے، ایم، سی لی مارکیٹ کراچی اپنی جستجو میں کامیاب ہوئے یعنی بحر انوار حیرت میں غرق ہو کر فنافی الذات ہو گئے آپ کے وصال حق کی خبر ملک پاکستان کے تمام ریڈیو اسٹیشنز سے نشر کی گئی تو مکتبہ الوارث لی مارکیٹ پر عوام و عقیدت مند و مریدین وارثیہ علما کرام و مشائخین عظام غرضیکہ ہر خاص و عام کا اژدھام ہونا شروع ہو گیا، آپ کے غسل و تدفین کے فرائض آپ کے مرید صادق (حضرت عنبر شاہ

وارثیؒ) نے انجام دیئے کثرتِ مخلوق خدا آپ کے جنازہ کے جلوس کو آرام باغ لایا گیا جہاں جامع مسجد آرام باغ کے وسیع تر میدان میں آپ کی نمازِ جنازہ حضرت علامہ مفتی عمر نعیمیؒ نے پڑھائی بعد آپ کو پاپوش نگر ناظم آباد قبرستان کے ایک وسیع حصے میں تدفین کیا گیا۔ بروز سویم حضرت خواجہ عنبر علی شاہ صاحب وارثیؒ کی درخواست پر میئر کراچی جناب ایس، ایم توفیق (مرحوم) نے اس حصہ زمین کو قبلہ حضرت حیرت شاہ صاحب وارثیؒ کے مزار مبارک کے لئے وقف کر دیا تھا بروز سویم آپ قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ کے حضور علماء اکرام ومشائخین عظام نے نذرانہ عقیدت پیش کئے اور آپ کے بعد جمعیۃ الوارثیہ پاکستان کے تبلیغ روحانی مشن کو جاری وساری رکھنے کی ضرورت پر زور دیا تو حضرت شاہ عبدالرزاق بانسویؒ کے نبیرہ حضرت قبلہ درویش احمد موتی میاں رزاقیؒ نے سویم کی اس پُر ہجوم محفل میں حضرت خواجہ عنبر علی شاہ صاحب وارثیؒ کا انتخاب فرمایا جس کو تمام سلاسل کے ساتھ تمام سلسلہ عالیہ کے حاضر محفل فقراء وارثیہ نے بسر وچشم قبول ومنظور کیا۔ غرضیکہ حضرت قبلہ حیرت شاہ صاحب وارثیؒ کے بعد حضرت خواجہ عنبر علی شاہ صاحب وارثیؒ نے بھی تاحیات فروغ سلسلہ عالیہ وارثیہ کے لئے خوب ہی خدمت انجام دی کہ پاکستان سے لیکر ساؤتھ افریقہ تک فیضان وارث کو عام کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا، آپ حضرت قبلہ سید خواجہ عنبر علی شاہ وارثیؒ کے وصال کے بعد یہ راقم الحروف نے خانقاہ جامعہ وارثیہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام فروغ سلسلہ وارثیہ کی اشاعت کے پیش نظر حضرت عنبر شاہ وارثیؒ پبلی کیشنز پاکستان قائم کی ہے جس کے زیر اہتمام گھر گھر پیغام محبت و اخوت پہنچانے کی خدمت انجام دینے کی جسارت کی جارہی ہے دعا فرمائیں کہ اللہ وارث الکریم اس کے جملہ خادمین کو حسنِ عقیدت کی دولت سے مالا مال فرمائیں آمین۔

انتساب (نقش سویم)

صاحبزادۂ محترم نورِ عینینی حضرت شاہ وارثؒ حسین میاں بیدار بیدمی الوارثی کی نشان عزیز کی نذر جو فقیر بے مایہ کے سرمایہ کونین مرشدی ومولائی حضرت بیدم وارثی رحمتہ اللہ علیہ کا حقیقی نشان (خلف) ہیں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

حیرت زدہ

فقیر حیرت شاہ وارثی

۷۸۶
حق

عرضِ حال

حدیث از مطرب و مے گو و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمّا را (حافظ)

وادیٔ حیرت یا دنیا جس میں حسن و عشق ازل سے ہی کارفرما ہیں — رب عالمین کی صنعتِ جاوید کا وہ شاہکار ہے کہ جس کے آگے ہر ذی عقل سرنگوں ہے۔ اسرارِ کائنات اس قدر شدید طریق پر مستور ہیں کہ باوجود گوناگوں دلفریبیوں کے جو عالمِ شہود میں ہر فطری نگاہ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ ایک جھلک دکھا کر پھر پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور یہی عالمِ رنگ و بو ایک ایسا امتیاز پیدا کرتا ہے کہ جس کی شمیم سے روح ہر وقت کیف اندوز ہونا چاہتی ہے مگر اسے اس قدر تذبذب سے واسطہ پڑتا ہے کہ انسان بے اختیار چلّا اٹھتا ہے۔ یہ ہمارے بس کا روگ نہیں کہ اسے ہم سمجھ سکیں یا سمجھا سکیں۔ بقولِ ڈاکٹر اقبال مرحوم و مغفور

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر — شریکِ زمرۂ لایحزنون کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں — مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر

چنانچہ حافظ شیرازی بھی رازِ دہر سے اسی طرح پیچھا چھڑا کر صاحبِ صدق و یقین ہو کر دنیا میں ابدالآباد تک زندہ ہیں۔ خداوندِ عالمین نے خدائی کے اہتمام کیلئے کُن سے کیا کچھ نہیں بنا دیا ہے۔ محبت کو پیدا کرنا تو الستُ بربکم میں سکھلا دیا۔ پھر وہ نورِ مجسّم جو ازل سے تا ابد درخشاں رہیگا۔ اسے جامۂ بشریت سے مزیّن کر کے کفر و ظلمت کو نور کی قندیل میں مبدّل کر دیا اور عشق و محبت کا ڈنکا بجا دیا۔ حضرتِ انسان کو پیدا کیا۔ اور روحِ ربوبیت سے

اس کی تربیت روحی فرمائی۔ دنیا کے کسی گوشے میں جایئے تجسیم و قدامت اور اعضاء کے یکساں پایئے گا۔ اور شکل و شباہت میں سب کو ایک دوسرے سے مختلف۔ جس طرف نظر اٹھاؤ، محبت کے نقوش رقصاں دکھائی دیتے ہیں۔ غرضیکہ دین و دنیا میں محبت ہی کا جلوہ ہے اور محبت ہی ابتدا اور یہ ہی اس کی انتہا ہے ؎

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

طفلِ محبت تو محبت سے کھیلتا ہے لکھتا ہے پڑھتا ہے کماتا ہے کھاتا ہے کھلاتا ہے۔ اللہ کے بیشمار احسانوں کو پہچان کر محبت سے ہی سربسجود ہوتا ہے۔ گویا پیمانِ الست کی نکہیں اس کے ہر بُنِ مُو میں ازل سے ہی پیوست ہے شاہ و گدا، امیر و غریب اِس عارضی جہانِ زندگی میں باوجود شدید الجھنوں کے کسی نادیدہ قدرت کو کہ جس کا جلوہ ہر ذرّے میں پاتا ہے۔ بیقرار و مضطر ہو کر اُس عظیم طاقت کو کہ جس کے بس میں زندگی اور موت ہے دیکھنا چاہتا ہے حضرتِ موسٰی ہی کو لیجیے کہ جن کا اصرار ایک حد تک ایسا افسانہ ہے جو بچے سے لیکر جوان اور بوڑھے کو ازبر ہے۔ کون ہے جو اپنے مالک کو نہیں دیکھنا چاہتا۔ پھر مالک بھی وہ کہ جو حقیقی مالک ہے، جو انسان کو بطنِ مادری ہی میں محبت سے پرورش کرتا ہے اور ترقی کے تمام مدارج طے کرا دیتا ہے۔ قوتِ ممیزہ عطا کرتا ہے۔ خرد سے کام لینا سکھاتا ہے۔ خود بینی کے لئے آئینۂ اعمال دکھاتا ہے۔ اور پھر محبت سے فرماتا ہے کہ ذرا غور سے تو دیکھو کہ ایسے تمہارا سچا مالک جسے تم خدا کہتے ہو تمہیں دکھائی دیتا ہے یا نہیں۔ یعنی خرد سے خود بیں اور خود بیں سے خدا بیں بنتا ہے۔ یہ تو محبت کی خدائی ہے خدا محبت ہی سے ملتا ہے۔ ماں باپ محبت سے پالتے ہیں۔ اُستاد محبت سے پڑھاتا ہے۔ حصولِ علم محبت سے ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز محبت سے حاصل ہوتی ہے اور خدا بھی۔ میں خود بھی محبت سے پیدا ہوا۔ محبت کے آغوش میں پلا اور اب تک محبت کے بحرِ بیکراں میں غوّاصی کر رہا ہوں۔ میرے آنے کا باعث

محبت ہے اور میرے جانے کا موجب بھی محبت ہی ہوگی۔ جس جہانِ زندگی میں ساری دنیا اس وقت کھیل رہی ہے۔ اس سے بہترین جہان ہمیں اُس وقت نصیب ہوگا جو وقت موت ہمارے اس لباسِ رحیم کو جس میں رُوح مستور ہے ہم سے الگ کر دیگی۔ حقیقی مالک ہمارے سامنے ہوگا اور ہماری رُوح کو ابدی مسرت نصیب ہوگی اور زفا ئدِ الٰہی کی تکمیل ہوجائے گی۔ وہ سرچشمۂ عشق و محبت جس نے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ سے حضرتِ انسان کو بعد از خدا بزرگ تو کی قصۂ مختصر سے ہم آغوش کیا۔ اپنی صنعتِ کاملہ اور قدرتِ جاوید پر نازاں ہو کر اپنے نیازمندوں کو اپنے دیدار رحمت انوار سے مشرف فرمایا۔

وہ کون ہے جو محبت کرنا نہیں چاہتا؟ یا محبت کے مفہوم کو نہیں سمجھتا؟ وہ صرف کوئی بدبخت ہی ہوگا جو محبت سے نفرت کرتا ہوگا کہ جو سرلسبر رحمتِ خداوندی ہے اور دین و دُنیا کے لئے مایۂ نجات و باعثِ صد بہبود ہے۔ میں اگر یہ عرض کرنے کی جُرأت کروں کہ میں محبت کا بندہ ہوں تو بیجا نہ ہوگا۔ پل کر جوان ہوا دُنیا کو دیکھا۔ دنیا کی محبت کو جانچا تو محبت میں رعونت نظر آئی۔ حرص و آز سے مخمور خود غرضی میں چکنا چور۔ یا اللہ! یہ کیا بلا ہے! جو مارِ آستین کیطرح درپئے آزار ہے۔ اللہ کی رحمت کو ٹٹولا حزن و یاس کو بالائے طاق رکھا تو رحمتِ ربانی نے اِس اسرار کو کھولدیا کہ نادان یہ سب تیرے دل کے وسوسے ہیں جو تجھے حقیقی محبت کیطرف نہیں جانے دیتے اور آہنی دیوار بنکر تجھے اس کی جھلک سے محروم رکھتے ہیں۔ صدق و یقین شیوہ کر اور تسلیم و رضا والوں کو محبت کر! اس کی مفتاح اُن کے پاس ہے۔ پھر کیا تھا ہمہ تن حقیقی محبت کے لئے دیوانہ وار تگ و دو شروع کی۔ محبت کے بندوں کو دل نے سجدے کئے آنکھوں نے آنسوؤں کے دریا بہائے تب قبلہ دین متین و کعبۂ عشقِ حقیقی اعنی حضرت حاجی سید وارث علی حسنی الحسینی بنشاپوری روحی فداہ، جن کے بزرگ ہندوستان میں ظلمتِ کفر کو مٹانے نورِ وحدت و ضیاء رسالت کو چمکانے کیلئے تشریف لائے۔ دیوا شریف ضلع بارہ بنکی میں مامون و منظفر ہو کر اقامت گزیں ہوئے۔ آپ کرامات ظاہری

اور کشف باطنی کا مظہر تھے۔ اللہ کی محبت کا وہ استغراق تھا کہ ہر بُنِ مو محبت کا کلمہ پڑھتا تھا۔ اور جو کوئی نگاہ کے سامنے آیا وہی مسخر ہوا۔ آپ محبت کا اوتار تھے اور کرامت کی بنسری سے وہ کلمے نکالتے تھے کہ جس سے کفر کے گورکھ دھندے سب چکنا چور ہوجاتے اور حق سے حق جلوہ نما ہوجاتا۔ اُن کے تصرفِ روحانی نے وہ سوز و گداز عطا فرمایا۔ کہ جس سے میں سرتا پا حیرت ہوگیا اور میرے نوار دات میں عالمگیر محبت کا رنگ پیدا کر دیا اور میرے جسم و جان کو حضرت قبلہ میاں بیدم شاہ صاحب کے توسل سے بیدمی الوارثی بنا کر اپنے غلاموں میں شامل کرلیا۔ محبت کرنا سکھایا ؎

محبت کو نہیں پرواہ گدائی اور شاہی کی — محبت کو محبت کا نقط متا نہ مِل جائے

میرے اشعار میں وارثِ پاک کے فیضِ روحانی کے باعث تائیدِ ربانی ہے ان میں صرف محبت ہی محبت ہے۔ کہ جس سے رُوح میں ایک ایسا کیف پیدا ہوتا ہے کہ جس سے رعونت حرص و آز پادر ہوا ہو کر یکجہتی، امن و آشتی مبسوط ہوجاتے ہیں اور اقدامِ عمل کا مُرقع آنکھوں کے سامنے یہ کہہ کر کھینچ دیتے ہیں ؎

تو اے مستِ نظر مجھ سے اگر مستانہ مِل جائے
نشاطِ زندگی کو جاوداں میخانہ مِل جائے
(آغا امجد)

فقیر حیرت شاہ وارثی

گوہر افشانیِ والا تبار۔ ادب نوازیِ با اقتدار۔ از ادیبِ شہسوار

حضرت علامہ سید افقرؔ موہانی وارثی مدظلہ العالی مالک و مدیر "جامِ جہاں نما" لکھنؤ

کلامِ حیرتؔ۔ حیرت نمائے دیدۂ دل ہوا۔ یہ نہیں کہ اپنے لختِ جگر کسے عزیز نہیں ہوتے بلکہ نقشِ حیرتؔ "ہر دلِ بیدار و دیدۂ بینا کیلئے معرفت کا پیغام ہے معرفت بھی وہ جو روح کو متجلی اور قلب کو آئینہ بنا دے عام قاعدہ ہے کہ کسی دیوان کے دو چار منتخب اشعار لیکر مقالہ نگار اظہار خیال کرتا ہے مگر مجھ کو تو سب کچھ ایک حال میں نظر آتا ہے انتخاب کیا کروں اور لکھوں تو کہاں تک لکھوں جبکہ

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

میرے کچھ لکھنے سے کہیں بہتر اسکا مطالعہ ہوگا ارباب ذوق بغیر ختم کئے نہ رہ سکیں گے یہ میرا ذمہ ہے حضرتِ بیدم شاہ وارثی رحمت خدا کی اُن پر ہو۔ میرے محترم پیر بھائی تھے عزیزم حیرتؔ شاہ اُنہیں کے شاگرد و مرید ہیں اور میرے بھائی کی یادگار۔ وہ مرحوم کی حیات سے مجھے محبت اور عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور میں بھی ان سے روحانی محبت رکھتا ہوں۔ اُن کے اصرار پر میں نے بھی ایک تنقیدی نظر طبع ثانی پر ڈالی ہے۔ کلام اگر کلامِ بشر ہے تو بے عیب ہونا اسکی زہین ہے لہذا میں نہیں کہہ سکتا کہ کلامِ حیرتؔ بھی جزوی یا مزیجی لغزشوں سے پاک و منزا ہوگا پھر بھی میں مطمئن ہوں کہ جو کچھ بھی ہے بہتر سے بہتر ہے ارباب نقد و نظر سے عرض کرونگا کہ

کہ قبا گر حریر است و گر پرنیان — بہ ناچار حشوش بود درمیان

تو گر پرنیانی نہ یابی مکوش — کرم کار فرما و حشوش بپوش

(سعدی شیرازی)

اب میں ایک مختصر قطعہ تاریخ طبع ثانی پر اپنے مطالعہ کو ختم کرتا ہوں میری تمنا ہی نہیں بلکہ استدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ نقشِ حیرتؔ کو مقبول خاص و عام کرے اور مصنف کی دینی و دنیوی مدد فرمائے۔ آمین۔

قطعہ تاریخ طبع

ہر لفظ اشارتِ تمنّا
ہر شعر عبارتِ محبّت

تخئیل بلند۔ چست بندش
تنظیم درست و خوبصورت

عرفان کی تجلیاں ہیں اسمیں
ایمان رہے نہ کیوں سلامت

ہر رنگ ہے صورتِ مجازی
ہر جلوہ ہے معنیِ حقیقت

تاریخ ہے طبع کی یہ افقرؔ
"طوفانِ سخن ہے نقشِ حیرت"
۱۹۳۹

(حضرت) سید افقرؔ موہانی الوارثی عفا اللہ عنہ

تقریظ دلپذیر پراثر خامۂ حقیقت نگار شاعر شیریں مقال جناب مولوی آغا عبدالمجید صاحب امجد وارثی کپورتھلوی دام ظلہ العالی

حضرت حیرت شاہ صاحب وارثی خود تو حیرت مبین ہیں مگر انکا کلام حیرت و استعجاب کو دور کر کے ایک گونہ مسرت و انبساط بخشتا ہے۔ کیا ارباب ذوقِ سلیم اور کیا عامۃ الناس جب اسے سنتے ہیں تو اس میں ایک عالمگیر محبت کا ولولہ پاتے ہیں کیونکہ آپکو فیضانِ تلمذ حضرت سراج الشعراء لسان الطریقت حضرت بیدم وارثی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے جن کا رنگِ تغزل آپکے کلام میں ایک نمایاں جھلک رکھتا ہے جو فہم و ذکا حیرت شاہ صاحب کو عطا ہوا ہے اس میں محبت کا عنصر بکثرت معلوم ہوتا ہے ذرا اس شعر کو ملاحظہ فرمایئے۔

جب سے مانوسِ محبت ہے طبیعت میری ‏ ‏ ‏ میں سمجھتا ہوں مکمل ہوئی فطرت میری

دوسرا شعر ملاحظہ ہو

قلب مضطر کو تیری یاد سوا چین نہیں ‏ ‏ ‏ بھر گئی اب تو زمانے سے طبیعت میری

آپ کے کلام میں حقیقت کا رنگ اس قدر نمایاں ہے کہ مجاز بھی حقیقی ہی معلوم ہوتا ہے کیوں نہ ہو کہ جس مرشد برحق یعنی سید حضرت حاجی وارث علی شاہ نور اللہ مرقدہ سے فیضانِ روحی کا حصول ہے انکی ذاتِ ستودہ صفات سپہر لاہوت پر بطن مادر میں ہی آفتاب نصف النہار بنکر چمک رہی تھی اور عالم وجود میں پرتو فگن ہو کر مشرق سے مغرب تک درخشاں رہی اور تا قیامت رہیگی۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ہمیں ہے کچھ مطلب نہیں کیا عشق کا انجام ہے ‏ ‏ ‏ ان پہ بسنتے ہو کے مر جانا ہمارا کام ہے

چنانچہ ایک شعر اور ملاحظہ ہو

ہم مرکے بھی نہ جائینگے کوچے سے آپ کے ‏ ‏ ‏ کچھ اب تو دل میں ایسی سمائی ہوئی سی ہے

عشق جن اجزا کا مجموعہ ہے اُن میں خودی غیرت استقلال یا ہمت ایسے شاندار ارکان ہیں کہ جن سے معشوق کو امتیازِ خصوصی نصیب ہو جاتا ہے۔ مرکر بھی دلدار کے

کوچہ سے نہ جانا حضرت عشق کی ایک بین کرامت ہے۔ گویا وارداتِ ازلی کا عکس حضرت حیرت ایسے دلآویز انداز سے ہر شیشۂ دل میں ڈالتے ہیں کہ جس سے ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

ذیل کی دو غزلیں جو کہ شہرۂ آفاق ہیں اِن کے مطلعوں سے بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ حضرت حیرت کے کلام میں کسقدر برجستگی ہے اور مضامین میں کسقدر ندرت ہے حقیقت آشنا ہونے کیلئے ان غزلوں کے رنگ تغزل میں تائید ربانی یا رحمت یزدانی کا ظہور روز روشن کیطرح دکھائی دیتا ہے۔

مطلع ‏ یہ مندر مسجد میخانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے
سب تیرے ہیں جاناں کاشانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

مطلع ‏ تیری تعریف کیسے کروں میں بیاں میری طاقت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں
ہو ذرے میں نسبت تو ہوتی ہے کچھ مجھ کو نسبت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

تنگیٔ وقت کے باعث معذرت خواہ ہوں ورنہ حضرت حیرت کے کلام میں وہ لآلی ہیں کہ میں اگر آپکے بحرِ تفکر میں غواصی کرتا تو بہت کچھ آبدار موتی نکالتا لا تدبیر جواسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص
آغا عبدالمجید امجد وارثی کپورتھلوی

جون سنہ ۱۹۳۸ء

وارثؒ کارساز کے صدقے

مرشدِ بے نیاز کے صدقے

ہم فقیروں کو سر بلند کیا

ایسے ذرّہ نواز کے صدقے

میری حیرت انہیں کا صدقہ ہے

اپنے آئینہ ساز کے صدقے

عرضِ سلام

سلام اَے وارثِ حقیقت سلام اَے والیٔ صداقت
سلام اَے کعبۂ ولایت سلام اَے مرکزِ امامت
سلام اَے پیشوائے وحدت سلام اَے رہنمائے کثرت
سلام اَے مرشدِ محبّت سلام اَے ہادیٔ مروّت
سلام اَے سالکِ شریعت سلام اَے رفعتِ طریقت
سلام اَے چارہ نوازِ معنی سلام روحِ روانِ صورت
تو روحِ ایماں تو جانِ عرفاں ہر ایک دُکھ کا تو ہی ہے درماں
ہماری دُنیا ہماری عُقبےٰ تری عنایت تری محبّت
تمہارا کوچہ ہمارا کعبہ تمہارا نقشِ قدم ہے قبلہ
تمہاری صورت ہماری طاعت تمہاری چوکھٹ ہماری جنت

تِرے غلاموں کا ہوں میں بندہ ترے کمینوں کا ہوں کمینہ
مِرے بھی حالِ تباہ پر ہو اُنہی کے صدقہ میں چشمِ رحمت

ترے ہی در کا ہوں میں بھکاری ہوں آستاں کا ترے پجاری
تری نگاہِ کرم ہی شاہا مِرا خزانہ ہے میری دولت

کہاں سے لاؤں وہ حسن و خوبی جو تیرا کہلا سکوں جہاں میں
ازل سے میں ہوں خطا کا پتلا جو تو نوازے تو عینِ رحمت

جو آپ ہیں بیکسوں کے وارث تو بیشک اُنکا خدا ہے وارث
ہماری بگڑی سنور رہیگی ہمیں ہو کیوں خدشۂ قیامت

تمہاری آئینہ سازیوں سے جہاں میں حیرت تو بن چکا ہوں
سلام بھی ہو قبول میرا عطا ہو بس اتنی اور حیرت





تیری تعریف کیسے کروں میں بیاں میری طاقت نہ ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں
ہر وہ ذرّے میں نسبت تو ہونی ہے کچھ مجھ کو نسبت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

میرے وہم و گماں سے بھی باہر ہے تو میں تو قطرہ نہیں اور سمندر ہے تو
تیرا سودا ہو مجھ کو یہ ہستی کہاں دل کی وسعت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

تو سمایا جو مجھ میں ترا کام ہے میری ہستی ہے کچھ تو ترا نام ہے
تیری رحمت نے رتبہ یہ بخشا مجھے میری جرأت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

تیرا دامن جو پکڑا تو میں شہ ہوا میرا اس کے سوا اور مطلب ہے کیا
تیرے در کا گدا ہوں تو ہوں شاہ میں ورنہ قسمت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

تیرا در چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گا جو یہاں کھوؤں گا تو کہاں پاؤں گا
تو خزانوں کا مالک ہے دیدے شہا اب کفایت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

میرا وارث ہے تو میرا مالک ہے تو میرا آقا ہے تو میرا داتا ہے تو
تیرے ہونے سے جینا ہے جینا مرا میری قیمت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

جس نے دیکھا مجھے کیوں نہ حیران ہو میں جو پہلا سا ہوں میری پہچان ہو
تیری آئینہ سازی کی ہے یہ جلا ورنہ حیرت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

بہ سرزمینِ حجازِ مقدس ۱۹۳۰ء

(۱) وہ ریت کے نیلے چمکیلے ایمان کے روشن جلوے ہیں
وہ ڈھیر ہیں جنسِ ایماں کے جو اونچے اونچے تودے ہیں

(۲) اُن خشک پہاڑوں کے آگے سب دریا پانی بھرتے ہیں
پژمردہ دلوں کی کھیتی کو سرسبز وہ پتھر کرتے ہیں

(۳) واں لا الٰہ الا اللہ ذرہ ذرہ کہتا ہے
خورشید بھی سچی اُلفت سے آغوش میں اُنکو لیتا ہے

(۴) وہ ارضِ مقدس مُلکِ عرب در عینِ حقیقت جلوۂ رب
قرباں ہیں اپنے ساتوں فلک وہ فرشِ زمیں پر عرش لقب

(۵) واں دونو جہاں کی رحمت والے آخری جلوے پنہاں ہیں
اُس بنجر ویراں خطے پر سب باغ جہاں کے قرباں ہیں

(۶) وہ آنکھ کہاں وہ قلب کہاں حیرت کی زباں سے کیا ہو بیاں
بس دیکھ لو جاکے کیا ہے وہاں اک ذرہ ہے سو جلوے ہیں عیاں

(بہ واپسی جہاز میں عدن کے قریب)

ہم آستانۂ پیرِ مغاں سے آتے ہیں
کہ لامکاں سے بھی اونچے مکاں سے آتے ہیں

ہماری جان فدا جس کے اک اشارے پر
ہم اپنی جان کے اُس پاسباں سے آتے ہیں

ہیں تجھ پہ جان سے صدقے تصورِ جاناں
مری لحد میں یہ جلوے کہاں سے آتے ہیں

یہ مے یہ جام یہ ساقی تمام اے زاہد
خدا کے بھیجے نہیں تو کہاں سے آتے ہیں

مجھے مٹا کے فلک گردشوں سے کہتا ہے
جلانے والے یہ نالے کہاں سے آتے ہیں

عیاں ہے حیرتِ انوارِ دید چہرے سے
نہ جانے حضرتِ حیرت کہاں سے آتے ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم

جلوۂ حق ہے رُوئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم
عرشِ معلّیٰ کُوئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم
کعبۂ دِل ہے کُوئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم
قبلۂ ایماں سُوئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم
خُلقِ معظّم خُوئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم
عطرِ معنبر بُوئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھو تو آکر ملتا ہے کیا کیا دُنیا و عقبیٰ والی و مولا
کچھ تو بڑھو تم سُوئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

وارثِ حیرت والیِ حیرت مرشدِ حیرت ہادیِ حیرت
حیرت حیرت رُوئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

خمسہ

سازِ ازل سے مِل کر نغمہ نواز ہو جا
اُس نورِ والضحیٰ سے جلوہ طراز ہو جا
وَاللیل پڑھ کے اُن کی زُلفِ دراز ہو جا
گر ہو سکے تو اے دل گردِ حجاز ہو جا
نورِ محمدیؐ کا سر بستہ راز ہو جا

تجھ کو نصیب ہوگی عالم کی سرفرازی
قُربان تجھ پہ ہوگی سو جاں سے بے نیازی
عظمت کریگی تیری سب ترکی و حجازی
تجھ پر نثار ہوگی محمود کی ایازی
طیبہ میں جا کے پہلے تو خود ایاز ہو جا

مِٹ جا تو صدقِ دل سے اِس پیکرِ وفا پر
کونین بھی فدا ہیں جس ماہِ پُرضیا پر
نازاں ہے کبریائی جس عاشقِ خُدا پر
تن من نثار کردے تو خاکِ کربلا پر
صدقے حسینؓ پر ہو اور سرفراز ہو جا

اچھے ہیں یا بُرے ہیں جیسے ہیں آپکے ہیں
اب تو انہیں نبھاؤ چوکھٹ پہ آ پڑے ہیں
سُن کر فغاں تمہاری دیکھو بلا رہے ہیں
اے عاصیانِ اُمت جنت کے در کھُلے ہیں
فرماتے ہیں محمدؐ اے دَر تو باز ہو جا

بندہ نوازیوں کی یہ دھوم ہے یہ کثرت
دیکھی کہیں نہ ہم نے یہ بات یہ کرامت
یہ اہلِ بیت کی ہے ادنیٰ سی شانِ رحمت
دونوں جہاں پہ حیرت چھا جائے تیری حیرت
کر مدحِ پنجتنؓ کی اور بے نیاز ہو جا

مناقبت

ہو

حضرتِ صدیقِ اکبرؓ تھے نبیؐ کے یارِ غار
کر دئے نامِ نبیؐ پر دین و ایماں سب نثار
کیوں نہ ہو کونین کی صداقتیں انپر فدا
تھے نبیؐ کے بعد دینِ حق کے وہ سرمایہ دار

ہم

حضرتِ فاروقِ اعظمؓ مظہرِ اوجِ جلال
بیکسوں کیواسطے اپنے تھے لیکن خستہ حال
اُنکی ہیبت ہیبتِ الٰہی کی تھی شانِ نزول
نام ہی سے لیپٹ تھے جھکے عدو بے قیل و قال

ہم

حضرتِ عثمانؓ غنی

وہ سخاوت کے دھنی وہ حضرتِ عثماںؓ سبھی
راہِ حق میں صرف کر دی دولتِ دُنیا سبھی
جامعِ قرآنؐ ذوالنورین ہیں جن کے لقب
ہر دو عالم میں حیا کی دھوم ہے جن کی مچی

مدحِ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ

علی مرتضیٰؓ مُشکلکشائے دو جہاں ٹھہرے
وُہ شاہِ لافتیٰ خلوت نشینِ لامکاں ٹھہرے
وہ بابِ علم و زورِ دست و بازوئے محمدؐ تھے
وہ شاہِ ذوالفقار و پیشوائے انس و جاں ٹھہرے
اُخوت کے ولایت کے امامت کے خلافت کے
حقیقت میں اگر دیکھا تو وہ روحِ رواں ٹھہرے
شجاعت کے سخاوت کے مروت کے محبت کے
وہ دم ٹھہرے وہ خم ٹھہرے وہ دل ٹھہرے وہ جاں ٹھہرے
وہ سب کی سنتے آئے ہیں وہ سب کی سنتے جائیں گے
ازل کے روز ہی سے وہ اُنہیں یکساں ٹھہرے
کچھ اپنے فرزندوں کے صدقے میں عطا کیجے
ازل سے ہم گدا ہیں آپ شاہِ دو جہاں ٹھہرے
ہماری بیکسی کی لاج بھی اب آپ ہی کو ہے
مسیحا ہیں ہمارے آپ اور ہم ناتواں ٹھہرے
ترے حیرتؔ کو جب کوئی ٹھکانا مل نہیں سکتا
کہاں جائے کہاں آئے کہاں بیٹھے کہاں ٹھہرے

مدحِ حضرتِ سرکار غوث الثقلینؒ و حضرتِ سرکار خواجہ معین الدینؒ چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہم

رہا جوشِ محبت کا یونہی گر موجزن طوفاں
فدا ہو جائیں گے ہم آپ پر یا حضرتِ جیلاںؒ
یہ ہیں سرتاجِ اہلِ چشت وہ بغداد کے سلطاں
معین الدینؒ کے صدقے ہوں محی الدینؒ کے قرباں
محمدؐ کی جو میمیں ہیں وہ اِن ناموں میں شامل ہیں
معین الدینؒ اگر دیں ہیں تو محی الدینؒ ہیں ایماں
وُہ اہلِ بیت کی سب خوبیوں کا عطر ہیں دونوں
سراپائے کرم ہیں یہ وُہ ہیں خلقِ عظیم الشاں
معین الدینؒ حسن چشتی کریں گے پار اب کشتی
تو محی الدینؒ ڈالیں گے دلِ مُردہ میں میرے جاں
مِرے آقا مِرے مولا مِرے والی مِرے وارثؒ
معین الدینؒ اجمیری محی الدینؒ شہِ جیلاں
سگِ درگاہِ عالی ہے اسے در پر بُلا لیجے
پریشاں حال کب تک یوں پھرے گا حیرتؔ حیراں

مدحِ حضرتِ سرکار بابا فریدالدینؒ گنجشکر رحمتہ اللہ علیہ

زینتِ شانِ ولایت صدرِ بزمِ اولیا
حضرتِ بابا فرید الدین فخرِ اتقیا
مُرشدِ فقر و فنا و رہبرِ راہِ بقا
اَے کہ تیری ذات ہے فردِ فرید الاصفیا
اِک طرف فارُوقِ اعظمؓ اِک طرف مولا علیؓ
آپ کو دونوں طرف سے محترم رتبہ ملا
بھُولے بھٹکے آپڑے ہیں آپ کے در پر حضور
اپنے محتاجوں کی جانب بھی اُٹھے دستِ عطا
بیکسوں کے والی و وارثؒ نظام الدینؒ ہیں
اُنکی محبُوبی کا صدقہ اُنکی حیرتؔ ہو عطا

مدح حضرت سرکار مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

خواجۂ صبر و رضا مخدومِ کل مخدومیاں
یا علی احمد علاؤالدین نورِ چشتیاں

آپ کو بخشی گئی اقلیمِ فقرِ لازوال
سرزمینِ چشت کے ہیں آپ مہرِ ضوفشاں

آپ کا در آپ کے محتاج کیسے چھوڑ دیں
آپ کا رحم و کرم ہے دستگیرِ بیکساں

سُن ہی لیجے حضرتِ گنجِ شکر کا واسطہ
غم کے مارے دل شکستہ دردمندوں کی فغاں

سخت مشکل میں پھنسا ہے اب اسے کیجے رہا
آپ کا حیرتؔ ہُوا ہے قیدِ غم سے نیم جاں

مدح حضرت سرکار خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ دہلوی

محبوبِ الٰہی ہیں دل و جانِ محبت
سلطانِ محبت شہِ ذی شانِ محبت

صدقے مری جاں آپ پہ اے جانِ محبت
ایمان فدا آپ پہ ایمانِ محبت

اُس دل کو جراحت کی تمنا نہیں ہرگز
جس دل میں لگا آپ کا پیکانِ محبت

محبوبی کا صدقہ نہیں کچھ بھیک عطا ہو
حاضر ہیں ترے در پہ گدایانِ محبت

اس کو بھی عطا کیجئے اب حیرتِ دیدار
حیرتؔ ہے لئے دیدۂ حیرانِ محبت

مدحِ حضرت سرکار وارث الاولیاء سرکار وارث پاک اعلی اللہ مقامہ

وارثِ مشکلکشا ابنِ شہیدِ کربلاؑ
حضرتِ وارث ضیائے شمعِ تسلیم و رضا

آپ ختم الانبیاءؐ کے لختِ دل لختِ جگر
فاطمہؑ کے لاڈلے حیدرؑ کی آنکھوں کی ضیا

آپ سے عشق و محبت کا جہاں آباد ہے
آپ ہیں سازِ ازل کے سوز کی پہلی صدا

ہیں ازل سے آپ ہی کا ہو کے آیا ہوں حضور
آپ ہیں ٹوٹی ہوئی کشتی کے میرے ناخدا

آپ کا حیرت زدہ اب آپ ہی کا ہے حضور
پنجتنؑ کا واسطہ اس پر ہے لطف و عطا

مدحِ حضرتِ آقائی و مرشدی بلبلِ بستانِ وارث حضور میاں بیدم شاہ صاحب بیدم وارثی رحمۃ اللہ علیہ

میرے آقا میرے مرشد بیدمؒ عالیجناب
در حقیقت آسمانِ وارثی کے آفتاب

رازہائے کُن فکاں تھے آپ پر روشن تمام
جلوۂ حق آپ کی حق بیں نظر میں بے نقاب

کھولتا تھا باتوں باتوں ہی میں اسرار و رموز
آپ کا طرزِ تکلّم آپ کا طرزِ خطاب

دم زدن میں ہائے وہ محفل کی محفل لٹ گئی
آسماں تاریک ہے جب ہو نہ روشن آفتاب

وارثِ مشکلکشاؓ کے لاڈلے . بھرِ رسولؐ
اپنے حیرت پر نظر ہو پھر وہی حیرت مآب

غزلیات

مَیں اُس میں گُم ہُوا مِری قسمت تو دیکھئے
یعنی کمالِ جذبِ محبت تو دیکھئے

صحرا بھی تنگ ہو گیا وسعت تو دیکھئے
حد سے بڑھی ہُوئی میری وحشت تو دیکھئے

دریائے دِل کی لہریں فلک بوس ہو گئیں
ہلکا سا یہ تموّجِ اُلفت تو دیکھئے

رُکتا نہیں ہے سیلِ طبیعت بوقتِ جوش
طوفانِ آرزُو کی جسارت تو دیکھئے

کرتے ہیں مدحِ پیرِ مغاں جھُوم جھُوم کر
بادہ کشوں کا حُسنِ عقیدت تو دیکھئے

حیرت کدے میں حُسن کے حیرت بھی محو ہے
اس چاندنی میں صورتِ حیرت تو دیکھئے

مژدہ اے جوشِ جنوں پھولا گلستانِ بہار
تو بھی ہو زینت دہِ تختِ بیابانِ بہار
پیشوائی کو تری اے سروِ بستانِ بہار
نغمہ زن ہیں قمریاں با ساز و سامانِ بہار
تیری چشمِ مست کے صدقے مزے ہیں دید کے
ہیں خراماں ہر طرف گویا غزالانِ بہار
اُن کے ذوقِ دید کا اندازہ ہو سکتا نہیں
جو ازل سے ہو رہے ہیں تشنہ کامانِ بہار
ایک جرعہ ہم کو بھی اے ساقیِ روزِ ازل
جھومتے پھرتے ہیں پی کر جس کو مستانِ بہار
ہائے وہ روئے منور جس کے اِک دیدار سے
مہرِ عالمتاب ہے شمعِ شبستانِ بہار
کوئی بیخود کوئی حیراں ہے تڑپتا ہے کوئی
ہے کوئی حیرت کدہ یا محشرستانِ بہار

برسوں اوجِ زندگی پر زعمِ باطل میں رہے
غور سے دیکھا مگر جب پہلی منزل میں رہے
ہو گئے حیرت سراپا جب کہا دل میں رہے
وہ یہی سمجھا کئے ہم اپنی محفل میں رہے
اس کو معراجِ محبت اے دلِ ناداں سمجھ
آخری دم بھی اگر ہم چشمِ قاتل میں رہے
اللہ اللہ یہ سخاوت دل سمندر ہو گیا
اب تو کچھ حاجت نہیں بس تو مرے دل میں رہے
واہ رے مقبولیت خواہش انہیں باقی رہی
اور تھوڑی سی تڑپ اللہ بسمل میں رہے
اے مرے خورشید یہ ذرہ نوازی ہے تری
ورنہ حیرت ہے ترا جلوہ مرے دل میں رہے

ابھی کل تک جنوں زنجیر سے دست و گریباں تھا
جو دیکھا آج مجنوں سوئے صحرا پا بجولاں تھا

عجب انداز سے دیوانہ جنگل میں خراماں تھا
کہ گُل تھے سامنے دامن کشاں خارِ مغیلاں تھا

سوادِ کُفر کا پردہ تھا حائل نورِ وحدت پر
حقیقت بیں اگر دیکھا تو وہ کافر مسلماں تھا

کچھ اس سج دھج سے مستانہ ترا میخانہ سے نکلا
کہ بوتل ہاتھ میں تھی جیب میں پوشیدہ قرآں تھا

مِرے سینے میں دِل اور دِل میں ارماں اُن میں بیتابی
ترے صدقے میں یہ اک بے سر و ساماں کا ساماں تھا

میں آزادِ عدم کانٹوں میں آ کر پھنس گیا آخر
گلستاں تجھ سے تو بہتر مِرا پہلا بیاباں تھا

مزا کیا زندگی کا جب نہ اُلفت ہو تری دِل میں
مِری جاں جب نہ تھا تو دِل دِل اک جسم بے جاں تھا

قناعت فقر کی تھی ایک تاجِ خسروی ہم کو
ہمارا بوریائے بے ریا تختِ سلیماں تھا

درِ بُت خانہ پر اب کس لئے حیرت پڑا آ کر
ارے کم بخت تجھ کو کیا ہُوا تُو تو مسلماں تھا

مآلِ زندگی ہے عشق میں مدہوش ہو جانا
تری آواز سُننے کو سراپا گوش ہو جانا

عجب کیا ہے مِری ہستی اگر تجھ میں سما جائے
ہے مٹنا قطرے کا دریا سے ہم آغوش ہو جانا

ہزاروں کو ہُوا دھوکا مِری تصویر پر تیرا
غضب ہے میری ہستی میں تِرا روپوش ہو جا

زمانے سے نرالی ہیں ادائیں تیری اے جاناں
کہ رہنا دِل کے اندر آنکھ سے روپوش ہو جانا

کمالِ محویت ہے آپ کی صورت کے دھوکے میں
جہاں کوئی نظر آیا وہیں بے ہوش ہو جانا

تری آئینہ سازی سے اگر چھا جائے یُوں حیرت
تو کچھ مشکل نہیں عالم کا پھر بے ہوش ہو جانا

بہ ہزار غمزہ و ناز آ تو کسی طرح کی پھبن میں آ
ترا درد ہے مری زندگی کبھی میرے دل کی جلن میں آ
جو بنا رہا ہوں میں آشیاں اُسے برق بن کے جلا بھی دے
مری کائنات نثار ہو کبھی میرے اُجڑے وطن میں آ
تری ہر ادا پہ فدا ہوں میں دل و جان سے وقفِ رضا ہوں میں
مجھے شکلِ عیش میں مل کہیں کہ لباسِ رنج و محن میں آ
وہ لطیف وجد حال ہو نہ فراق ہو نہ وصال ہو
مری روح بن کے فلک پہ اُڑ مری جان بن کے بدن میں آ
مجھے مہر و ماہ سے کیا غرض مجھے دھوپ چھاؤں سے واسطہ
کہ ازل سے پہلے جو نور تھا اُسی اپنی پہلی کرن میں آ
تو ہزار خرقہ بدل کے چھپ تجھے ڈھونڈ لوں گا میں جانِ من
مجھے شکل تو میں تو مل کہیں کہ ادائے طرزِ کہن میں آ
تری ہر کلی کو ہے آرزو تو گلوں کو ہے تری جستجو
بہ ہزار جوہرِ رنگ و بو کبھی کاش تو بھی چمن میں آ
تو جہاں سے ایسا نکل کے جا کہ نہ تجھ کو تیری خبر رہے
تو وطن کو اپنے جو چھوڑ دے نہ خیال اہلِ وطن میں آ
مرا دل ہے حسن کا آئینہ کبھی اس میں حیرتِ عشق بن
ترے صدقے اے مرے گلبدن تو کبھی تو دل کی لگن میں آ

جوگی کا برن

جوگی کا برن ہم نے لیا یار کی خاطر
کیوں یار کی خاطر ہے دلِ زار کی خاطر

اللہ رے حسنِ رُخِ جاناں ترے جلوے
جو دیکھ لے اک بار وہ دل کیسے نہ تڑپے
اک لمحہ بھی آرام سے جو اس کا نہ گذرے
جو کچھ وہ کرے تھوڑا ہے دیدار کی خاطر
کیوں یار کی خاطر ہے دلِ زار کی خاطر

فرصت اُسے کب ہوگی تری یاد سے جاناں
جس دل پہ ہوا نقشِ خیالِ رُخِ تاباں
کیا کھانے کی حاجت ہے اُسے غم سے جو مہماں
ہاں بھیک جو مانگے گا تو دیدار کی خاطر
کیوں یار کی خاطر ہے دلِ زار کی خاطر

کیا ہو گی صدا اُس کی کہ اے جاں ترے قرباں
دیدار کا بھوکا ہُوں نہ ہُوں وصل کا خواہاں
ہاں اتنی ہی سینے میں رہے آتشِ سوزاں
اِک اور جھلک حسنِ طرحدار کی خاطر
کیوں یار کی خاطر ہے دلِ زار کی خاطر

صدقے تیرے یہ آتشِ دل بجھنے نہ پائے
پُھک جائے کلیجہ مگر اُف لب پہ نہ آئے
ہو جاؤں اگر خاک تو وہ خاک بھی اُڑ جائے
بس اتنی تواضع ہے دلِ زار کی خاطر
کیوں یار کی خاطر ہے دلِ زار کی خاطر

حیرت ہے اگر کوئی ہے مختارِ محبت
کیوں کر نہ خریدے کوئی آزارِ محبت
رگ رگ سے کرے کیسے نہ اظہارِ محبت
دل وقف رہے رُوئے پُر انوار کی خاطر
کیوں یار کی خاطر ہے دلِ زار کی خاطر

کروں تعریف کیا تیری نظر کی
کہ لاکھوں کر دیئے گھائل جدھر کی

یہ ہے ادنیٰ کرامت اُس نظر کی
کہ دُنیا مست کر ڈالی جدھر کی

شبِ غم ہو سکی جیسے بسر کی
مگر اُف اُف وہ اُمیدیں سحر کی

مرے جاتے ہیں دونو اِک نظر پر
خبر لے لے ذرا دل کی جگر کی

یہی لے دے کے پونجی رہ گئی ہے
حفاظت کیوں نہ ہو زخمِ جگر کی

مری آہِ رسا کی نارسائی
لئے جاتی ہے اب تک بھی اثر کی

اٹھائے پردے حیرت کے نظر سے
ذرا سی جس پہ وارث نے نظر کی

آیا ہوں دل میں جلوۂ جاناں لئے ہوئے
محشر میں اپنے حشر کا ساماں لئے ہوئے

اے دل تو شاد باش کہ مقتل میں آئے ہیں
وہ آج تیرے قتل کا ساماں لئے ہوئے

کافی ہے میرے واسطے دل کی لگی فقط
مر جاؤں کاش آپ کا ارماں لئے ہوئے

مجبورِ ضبطِ عشق ہوں ورنہ بجوشِ اشک
بیٹھا ہوں دل میں سینکڑوں طوفاں لئے ہوئے

للہ جلا دے خرمنِ ہستی کو برقِ حسن
بیٹھا ہوں کب سے دل میں یہ ارماں لئے ہوئے

آماجگاہِ حسرتِ انوار ہے یہ دل
سینہ مثالِ طور درخشاں لئے ہوئے

دل کے ٹکڑے

اس عنایت کے ہیں قرباں دل کے ٹکڑے کر دئے
اک جھلک سے ہستیِ باطل کے ٹکڑے کر دئے

کیا بتاؤں کس ادا سے دل کے ٹکڑے کر دئے
دل کے ٹکڑے ہاں دلِ بسمل کے ٹکڑے کر دئے

غور کر پردہ نشیں عاشق سے پردہ تاب کے
قیس کی اک آہ نے محمل کے ٹکڑے کر دئے

جوششِ گریہ میں دل خوں روتا روتا بہ گیا
موجِ طوفاں نے غرض ساحل کے ٹکڑے کر دئے

اک نظر سے کل جہاں کو محوِ حیرت کر دیا
میرے وارث نے حریمِ دل کے ٹکڑے کر دئے

جب سے مانوسِ محبت ہے طبیعت میری
میں سمجھتا ہوں مکمل ہوئی فطرت میری
جذب ہو جاؤں میں تجھ میں میرے وارث ایسا
تیرا دھوکا ہو جو دیکھے کوئی صورت میری
فکرِ کونین ہے کیا مجھ کو کرم سے اس کے
خود مددگار ہے اللہ کی قدرت میری
قلبِ مضطر کو کہیں تیرے سوا چین نہیں
بھر گئی اب تو زمانے سے طبیعت میری
میں جو موجود ہوں دنیا میں تو معدوم بھی ہوں
دونوں عالم کا مرقع ہے یہ صورت میری
میں بھی حیران ہوں کیا راز ہے اسمیں پنہاں
آئینہ سب کو بنا دیتی ہے حیرت میری

اب کوئی موقع نہیں آنسو بہانے کے لئے
جلوے خود بیتاب ہیں دل میں سمانے کے لئے
گر کوئی دنیا میں آتا ہے تو جانے کے لئے
دل میں ہو عہدِ بلیٰ ہر دم نبھانے کے لئے
عشق میں مطلب نہ ہو خواہش نہ ہو حسرت نہ ہو
عشق ہو شانِ عبودیت نبھانے کے لئے
گر تڑپ نالے میں ہو اتنی تو ہو اے عندلیب
برق تنکے چمن کے لائے آشیانے کے لئے
وسعتِ دل روزِ روشن کی طرح ہو گی عیاں
پھر فلک آمادہ کیوں ہو آزمانے کے لئے
اے دلِ جانباز تجھ کو جاں نثاری کی قسم
عزم ہو ضرب المثل تیرا زمانے کے لئے
بے طلب ہوں اور حیراں ہوں کہ یہ قصہ ہے کیا
کس لئے حیرت نے میری دل زمانے کے لئے

دردِ دل

کون اُن کو اب سُنائے ماجرائے دردِ دل
کشمکش میں نزع کی ہے مُبتلائے دردِ دل

او مسیحا دم مری جاں یاد پر تیری نثار
دردِ ہجراں ہے ترا مجھ کو دوائے دردِ دل

دردِ دل سے دِل کو اب اتنی لگاوٹ ہو گئی
جب کمی دیکھی تڑپ اُٹھا برائے دردِ دل

کِس قدر دونوں ہیں اب اِک دُوسرے پر مبتلا
درد ہے دِل پر فدا اور دِل فدائے دردِ دل

حُسن کی دِلداریاں کیوں عشق کا حصّہ نہ ہوں
حُسن میں پنہاں ہیں لاکھوں رازہائے دردِ دل

نامہ بر قدموں پہ تیرے دِل فدا یہ تو بتا
سُن لیا تھا اُس نے میرا ماجرائے دردِ دل

درد کی لذّت پہ دِل تو رفتہ رفتہ مِٹ گیا
اِک سکوتِ مستقل اب ہے بجائے دردِ دل

ختم کر حیرتؔ خدا را داستانِ سوزِ غم
کون سُن سکتا ہے تیرا ماجرائے دردِ دل

ضبط کتنا ہے اُنہیں حال سُنائے نہ بنے
کیا کرے سینے میں جب بات چھپائے نہ بنے

ہُوں جو خاموش، تو پھر جان و جگر جلتے ہیں
راز وہ ہے مرے دل میں جو سُنائے نہ بنے

عشق میں پہلا قدم بھی نہیں اُٹھ سکتا ہے
ہستیِ دل کوئی جب تک نہ مٹائے نہ بنے

تم نہ چاہو تو میں مر کر بھی نہیں مل سکتا
تم جو چاہو تو کبھی مجھ سے بن آئے نہ بنے

یاد سے اُن کی مری جان بھنکی جاتی ہے
اور بھلاؤں بھی جو اُن کو تو بھلائے نہ بنے

یہ تو مانا کہ بُری ہوتی ہے بربادیِ دل
یہ بھی ہے اُن کو مری خاک اُڑائے نہ بنے

آج خاموشی بھی اُس بزم میں ہے نالہ کُناں
اور حیرتؔ ہو اگر بزم پہ چھائے نہ بنے

نہ گئیں آہ وزاریاں نہ گئیں
دِل کی ناکردہ کاریاں نہ گئیں
حُسن کی جلوہ باریاں نہ گئیں
عشق کی بیقراریاں نہ گئیں
پتّے پتّے میں ذرّے ذرّے میں
اُن کی صنعت نگاریاں نہ گئیں
نہ رُکا دستِ ساقیِ فیّاض
میری بھی بادہ خواریاں نہ گئیں
لاکھ بدکار میں رہا لیکن
اُن کی آمرزگاریاں نہ گئیں
کر کے حیرتؔ کو خلق میں حیران
اُن کی آئینہ داریاں نہ گئیں

جلوۂ مستانہ

جس روز سے دیکھا ہے وہ جلوۂ مستانہ
ہر دِل ہُوا میخانہ ہر آنکھ ہے پیمانہ
اب دِل کا تقاضا ہے اے جلوۂ جانانہ
بُت خانے میں کعبہ ہو کعبے میں ہو بُت خانہ
چل اے دِلِ وحشی چل ہر ذرّہ پریشاں ہے
سُنسان ہے مدّت سے پھر نجد کا ویرانہ
محبوس تمنّائیں ارمان پریشاں ہیں
دل غیرتِ زنداں ہے دل غیرتِ ویرانہ
سر جائے تو ہاں جائے جاں جائے تو ہاں جائے
بس پاؤں نہ ہٹ جائے اے ہمّتِ مردانہ
اِک درد کی دُنیا ہے حیرتؔ کی طبیعت بھی
اور اس کی غزل خوانی اِک نعرۂ مستانہ

کامیابی کامرانی اور ہے
میرے اشکوں کی روانی اور ہے

قصہ ہائے حسن و خوبی خوب ہیں
عشق کی لیکن کہانی اور ہے

آبِ شمشیرِ نگہ قاتل ہے پر
شرمگیں چتون کا پانی اور ہے

گرچہ تفسیرِ زباں ہے شرحِ غم
گفتگوئے بے زبانی اور ہے

لاکھ مرقد پر چڑھائیں پھول وہ
مٹنے والی نوجوانی اور ہے

وجہِ حیرت سب ہی جلوے ہیں مگر
جلوۂ حیرت رانی اور ہے

نوجوان سے

رمیدہ مثلِ ہوائے عالم ترِی شمیم خیال کیوں ہو
تو احسن الخلق ہے جہاں میں تو پھر زبوں تیرا حال کیوں ہو
تجھی سے شیرازۂ جہاں ہے کہ بے نشاں کا تو ہی نشاں ہے
تو رازِ قدرت کا راز داں ہے جہاں میں تو پائمال کیوں ہو
تو جانتا ہے کہ تیری کھیتی ترے ہی ہاتھوں پنپ سکیگی
تو بے خبر جب رہیگا اُس سے تو بار ور یہ نہال کیوں ہو
تو غیر کے در پہ جھک رہا ہے کہاں ہے تیری وہ ہمت عالی
تو اپنے جلووں میں خود سما جا جہاں میں تیری مثال کیوں ہو
تو اپنی ذاتی تجلیوں سے جہاں کو آئینہ خانہ کر دے
کہ جس سے رنگیں ہو سارا عالم وہ حیرتِ خستہ حال کیوں ہو

نہ ویرانے میں بستا ہوں نہ ہوں آباد بستی میں
نگاہِ یار کے صدقے بسر ہوتی ہے مستی میں

ارے نادان مٹ جا سر بسر الفت کے کوچے میں
کہ رازِ سر بلندی ہے نہاں اس جا کی پستی میں

تری پُر کیف آنکھوں سے پیا ہے جام دونوں نے
غزالانِ ختن ہیں شوخ نرگس مست مستی میں

کسی کے دردِ بے پایاں کی کیونکر تاب ہو مجھ کو
کہاں سے لاؤں اتنی طاقتیں کمزور ہستی میں

یہاں کیا کر سکے گی سوزنِ تدبیر اے ہمدم
رفو کیا ہوں کہ لاکھوں چاک ہیں ملبوسِ ہستی میں

چراغِ معرفت کی ضیا میں دیکھو او غافل
خدائی طاقتیں موجود ہیں انساں کی ہستی میں

خدا جب میرا وارث ہے خدائی بھی مری وارث
زمانہ کیوں نہ وارث ہو مرا وارث پرستی میں

کہیں ایسا نہ ہو اسرار کے پردے سرک جائیں
خدا جانے میں کیا کیا بک گیا ہوں جوشِ مستی میں

زمانہ تک رہا ہے کیوں مجھے مجھکو بھی حیرت ہے
خدا جانے چھپا ہے کون اس ناچیز ہستی میں

آنکھیں

عشق مضطر کی اشکبار آنکھیں — حسن کی شان پر نثار آنکھیں
عشق اب عمر بھر تماشا کر — ہو چکیں وقفِ انتظار آنکھیں
دل کی دنیا ہلائے دیتی ہیں — وہ تری مست و پُر خمار آنکھیں
ہائے کتنی ہیں پیار کے قابل — وہ حسیں وہ ستم شعار آنکھیں
کاش ایسی نگاہ مل جاتی — جس سے دیکھوں وہ بار بار آنکھیں
کفر و ایماں فروش ہیں دونو — ایک کافر کی دیندار آنکھیں
کسقدر ہائے یاد آتی ہیں — وہ کسی کی جفا شعار آنکھیں

بن رہی ہیں مرقعِ حیرت
رشکِ آئینہ آبدار آنکھیں

اِس سے کچھ مطلب نہیں کیا عشق کا انجام ہے
اُن پہ صدقے ہو کے مر جانا ہمارا کام ہے
عشق کی تکلیف کو تکلیف میں کیونکر کہوں
یہ تو دنیا بھر کے آراموں کا اِک آرام ہے
کیوں نہ سینے سے کلیجے سے لگا رکھوں انہیں
دِل میں جتنے تیر ہیں اُن پر تمہارا نام ہے
جس نے دیکھا دیکھتے ہی مست و بیخود ہو گیا
حسن کا جلوہ نہیں یہ بے خودی کا جام ہے
کثرتِ عصیاں سے لرزاں تھا میں بعید حشر میں
رحمتیں بول اٹھیں بخشش تو ہمارا کام ہے
جس کو دیکھا مست ہے، مدہوش ہے سرشار ہے
چشمِ ساقی کا یہ اِک ادنیٰ سا فیضِ عام ہے
عشق کا بارِ ملامت مفت سر پر لے لیا
حیرتِ جانباز کا حیرت فزا ہر کام ہے

کانوں میں اِک صدا جو سمائی ہوئی سی ہے
روزِ ازل کی اُن کی سنائی ہوئی سی ہے
دِل میں یہ اِک ادا جو سمائی ہوئی سی ہے
جانے کہاں کی اُن کی دکھائی ہوئی سی ہے
ہم مر کے بھی نہ جائیں گے کوچے سے آپ کے
کچھ اب تو دل میں ایسی سمائی ہوئی سی ہے
وہ آئیں میرے قتل کو ایسے کہاں نصیب
یہ تو کسی کی یوں ہی اڑائی ہوئی سی ہے
کِس بیگنہ کے خون سے شرما رہے ہیں آپ
شمشیر آج خوں میں نہائی ہوئی سی ہے
کچھ درد کی تڑپ ہے نہ فرقت کا ہے ملال
وہ شکل دل میں ایسی سمائی ہوئی سی ہے
حیرت غزل نہیں ہے تمہاری یہ سحر ہے
حیرت تمام بزم پہ چھائی ہوئی سی ہے

ہوش ہے

جلوہ آرا کون بے پردہ یہ پردہ پوش ہے
ذرہ ذرہ بزمِ ہستی کا جواب مدہوش ہے

آپ کی تصویر ہر دم دِل سے ہم آغوش ہے
یعنی وہ بے ہوش ہوں قربان جس پر ہوش ہے

رحمتوں والے سے شکر ہے گنہگاروں کی آج
ہم اِدھر خاموش ہیں اور وہ اُدھر پُرجوش ہے

بے خبر ہونے پہ بھی ہے سارے عالم کی خبر
ایسی بے ہوشی میں مستانوں کو ایسا ہوش ہے

ہم بلانوشوں کی ہمت کو تو اے ساقی نہ پوچھ
دونو عالم سر پہ رکھ لے جائیں اتنا جوش ہے

تہ کو اِن گہرائیوں کی پائے کیا غواصِ عقل
رودِ بارِ عشق کا ہر قطرہ قلزم نوش ہے

جانے والے پھر انہیں مستی بھری آنکھوں سے دیکھ
لوگ کہتے ہیں ترے بیمار کو پھر ہوش ہے

اللہ اللہ اِک زمانہ ہے خرابِ آرزو
اُس نگاہِ مست پر صدقے متاعِ ہوش ہے

واہ کیا حیرت فزا منظر ہے دل کی بزم کا
جلوۂ حیراں سے اب حیرتؔ جو ہم آغوش ہے

حسن والوں میں بھی اب تو ہو رہے ہیں تذکرے
سن رہے ہیں آجکل حیرتؔ کفن بردوش ہے

دیدارِ یار

ہجومِ محشر میں کل سُنا ہے کہ عام دیدارِ یار ہوگا
چمک کے جو طُور پر چھُپا تھا وُہ جلوہ پھر آشکار ہوگا
رہِ طلب میں جو مِٹ مٹا کر رہِ طلب کا غبار ہوگا
وُہ سُرمۂ چشمِ شوق ہوگا وُہ غازۂ روئے یار ہوگا
تو دِل سے اُن پر نثار ہو جا زمانہ تجھ پر نثار ہوگا
رہِ محبت کا ذرّہ ذرّہ ترے لئے بیقرار ہوگا
عجیب اُلٹی ہے چال اِسکی عجب محبت کا فلسفہ ہے
کہ جتنا سرشار کوئی ہوگا اُسی قدر ہوشیار ہوگا
تُو ہی تو اے ساقیِ محبت سرورِ جاں ہے خمارِ دل، ہے
کہ تیری آنکھوں سے جس نے پی لی وُہی ترا بادہ خوار ہوگا
تمہی کہو اِس حسین صورت کو دیکھ کر آئینے کے اندر
جو دِل تمہارا ابھی جا رہا ہو تمہیں بھی کچھ اختیار ہوگا
نہ پھر سنبھلنے بنے گی تجھ سے ابھی سے اے باغباں سنبھل جا
کبھی جو آ نکلے وُہ چمن میں چمن چمن شعلہ زار ہوگا
نہ پُوچھو حیرت کا کچھ ٹھکانا وُہ اپنی حیرانیوں میں گُم ہے
کِسی کے در پر پڑا ہوا وہ بحالِ زار و نزار ہوگا

پرتوِ نُورِ حُسن سے دِل کو مرے خبر کہاں
زینتِ بزم ہے کوئی اتنی مجھے نظر کہاں
اُف رے وفورِ اضطراب ذوقِ نظر بھی محو ہے
سوزِ درُوں پہ مِٹ گئے قلب کہاں جگر کہاں
بزمِ خیال کی طرح بزمِ وجود اُٹھ گئی
شمع کے ساتھ رات کے ٹوٹے ہوئے وہ پر کہاں
ل تو گیا وہ آستاں سجدے نثار کر بھی دے
جذبۂ شوق اب ترا سجدہ فروش سر کہاں
کیسی تجلیٔ جمال اپنا ہی انتخاب ہے
حسنِ تخیّلات ہے شمس کہاں قمر کہاں
کس کی ہے دُکھ بھری صدا راتوں کی نیند اُڑ گئی
پھر سے کہیں جناب اب نالوں میں ہے اثر کہاں
حیرتِ انتشار سے کیوں نہ ہو قلب منقلب
جلووں کا یہ ہجوم ہے حیرتِ کم نظر کہاں

انتظار میں

نکلے جو دم کسی کا تِرے انتظار میں
کیا خاک چین پائے وہ کُنجِ مزار میں

او مستِ ناز اُف تِری محشر خرامیاں
اِک حشر سا بپا ہے دلِ بےقرار میں
کہتا نہ پھر کہیں، ہمیں بدنام کر دیا
دیکھو کہ دِل نہیں ہے مِرے اختیار میں

اب کیا کہیں کہ کیسے ملا آستانِ یار
سجدے قدم قدم پہ کئے رہگذار میں
اُس عندلیبِ سوختہ ساماں کی کچھ نہ پوچھ
جس کا اُجڑ گیا ہو نشیمن بہار میں

اُس برق وش کے حسن کی اللہ رے تپش
اِک آگ سی لگی ہے دِلِ داغدار میں
قسمت کی نارسائیاں بعدِ فنا رہیں
مر کے بھی دفن ہو نہ سکا کوئے یار میں
کیا پوچھتے ہو دِل کا پتہ دِل کا کیا پتہ
مدت ہوئی کہ مِل گیا گرد و غبار میں
خورشیدِ حشر اپنی دکھاتا ہے تابشیں
میں سو رہا ہوں گوشۂ دامانِ یار میں
حیرت کہ تجھ کو حیرتِ دیدار ہو نصیب
آ دیکھ لے تو شانِ خدا حسنِ یار میں

حسن گر بے نقاب ہو جاتا — عشق خانہ خراب ہو جاتا
چھو جو لیتا تمہارے قدموں کو — ذرہ بھی آفتاب ہو جاتا
آہِ سوزاں سے قلبِ مضطر کی — سنگ بھی آب آب ہو جاتا
حسن ناکام رہ نہیں سکتا — عشق کیوں کامیاب ہو جاتا
جلوۂ دید کے تماشے ہیں — ختم یوم الحساب ہو جاتا
ذرے ذرے میں اپنا گھر رہتا — میں جو خانہ خراب ہو جاتا
بن سنور کے جو وہ نہ آجاتے — میرا لاشہ خراب ہو جاتا
حسن بہرِ سوالِ دل آتا — عشق کیوں لاجواب ہو جاتا
وہ تڑپنے میں دل کو ملتا مزا — سر بسر اضطراب ہو جاتا

عشق آئینہ بن کے گر آتا
حسن حیرت مآب ہو جاتا

آرزوئے دید

دیدار ہو کسی کا مدت سے آرزو ہے
کیا کھیل ہے قضا کی خود ہم کو جستجو ہے
صورت کسی کی دل میں ایسی بسی ہوئی ہے
میں اُس کے روبرو ہوں وہ میرے روبرو ہے
اللہ رے تصور اللہ رے سمائی
جکو بھی دیکھتا ہوں تجھ سا ہی ہو بہو ہے
سوز و گداز بن کر تو دل میں بس رہا ہے
خود کو جو دیکھتا ہوں اے جان تو ہی تو ہے
اے وارثِؒ دو عالم اب اس کی لاج رکھنا
تیری ہی رحمتوں سے حیرت کی آبرو ہے

محبت ہی حیاتِ جاوداں ہے رُوحِ انساں کی
یہ مل جائے تو کچھ حاجت نہیں پھر آبِ حیواں کی
گھٹائیں گھر کے آئی ہیں غم و اندوہ و حرماں کی
الٰہی خیر ہو اب میرے ضبطِ سوزِ پنہاں کی
یہ شوریدہ سری کس کام آئی میری وحشت میں
وہیں پر ہیں جہاں پر تھیں حدیں دیوارِ زنداں کی
کسی مستی بھری آنکھوں نے پھر میری طرف دیکھا
خبر اب کیا رہے گی مجھ کو اپنے دین و ایماں کی
زمین و آسماں کی وسعتیں دِل میں سمائی ہیں
یہ اک ہلکی سی جولانی ہے میری طبع جولاں کی
کسی کے جلوۂ رخ کی جھلک ہر روز مل جاتی
اُڑاتا دھجیاں ہر روز میں جیب و گریباں کی
تو ہی بتلا ترا حیرت کہاں جائے ترے در سے
بسر ہو گی کہاں پر جا کے اب اس تیرے حیراں کی

حسن و عشق

عشق کی سرگرمیاں سرجوشیاں ۔ حُسنِ ظالم کی تغافل کوشیاں
اُن کی میرے قتل کی سرگوشیاں ۔ اور مری تیاریاں سرجوشیاں
اب تو انکی بھی خبر دِل کو نہیں ۔ اللہ اللہ رے مری بیہوشیاں
جُستجوئے یار میں معدوم ہوں ۔ کیوں خجل ہونگی مری رُوپوشیاں
خُم کے خُم پیتا ہوں اور ہشیار ہوں ۔ کیا بلا ہیں میری بادہ نوشیاں
اُن کے استفسارِ حالِ زار پر ۔ کہہ گئیں سب کچھ مری خاموشیاں
حیرتِ شیریں بیاں کچھ اور بھی
حیرت افزا ہیں تری خاموشیاں

سلام اے انتظامِ عالم سلام میرا سلام میرا
جنوں خرد ہے خرد جنوں ہے نظام ہے بے نظام میرا
پڑا ہوں دُور انکے در سے زاہد ہیں کالے کوسوں ہزار وصل منزل
پر اُن کے جلووں سے دِل ہے روشن مثالِ ماہِ تمام میرا
بس ایک تجھ پر جو مر مٹا ہوں کہ زمانہ سب میرا ہو گیا ہے
فنا بھی میری بقا بھی میری جہاں میں باقی ہے نام میرا
تِری محبت میں مِٹ کے پھر بھی میں جی رہا ہوں یہ کیا غضب ہے
نہ زندگی زندگی ہے میری نہ موت کرتی ہے کام میرا
جو قتل گہہ میں شہید سب کو کیا مجھے بھی نہ چھوڑ قاتل
میں زورِ بازو پہ تیرے قرباں ابھی ہو قصّہ تمام میرا
جفا بھی تیری وفا ہے مجھ کو اِسی بہانے سے یاد کر لے
رہے زمانے میں نام تیرا بلا سے مٹ جائے نام میرا
دماغ بے حس خیال باطل زبان میری نہ نطق میرا
کِسی کی حیرت کے ہیں کرشمے جو ہے مؤثر کلام میرا

تلاش

بس میں ترے زمیں ہے قبضے میں آسماں ہے
اے دو جہاں کے مالک میرا نشاں کہاں ہے
سینے میں بن کے حسرت اِک تیرِ بے کماں ہے
جب تک رہے یہ دل میں انسان نیمجاں ہے
فصلِ بہار میں تو قیدِ قفس میں گذری
چھوٹے جو اب قفس سے تو موسمِ خزاں ہے
ہر ذرّہ اُس کی منزل صحرا ہو یا ہو گلشن
کیوں بے نشاں رہے وہ تیرا جو بے نشان ہے
لطف و کرم سے اپنے اب اس کو تو اُٹھا لے
حیرت زدہ یہ تیرا بربادِ دو جہاں ہے

نصابِ عشق

کیوں نہ ہوں دیوانہ میں عینِ شبابِ عشق ہے
دل میں ہر دم نغمہ زن گویا ربابِ عشق ہے

ایسی دلداری پہ جان و دل تصدق ہوں نہ کیوں
اپنے ذرّوں پر فدا خود آفتابِ عشق ہے

او رہینِ بے کسی تو پستئ ہمت مِٹا
تیری ہستی خود زمانہ میں نصابِ عشق ہے

عالمِ اسباب کو ادراک اس میں کچھ نہیں
آپ ہی تعبیر ہے اپنی وہ خوابِ عشق ہے

اپنے مٹ جانے کی تجھ کو بھی خبر اے دل نہ ہو
زندگی کیا ہے بس اِک موہوم خوابِ عشق ہے

دن نکل آیا تو اٹھ کر اس کی اب تعبیر دیکھ
وجہِ بیداریٔ عالم تیرا خوابِ عشق ہے

کیوں حوادث کے تھپیڑے اس سے ہوں بروئے کار
جو تلاطم سے نہ ٹوٹے وہ حبابِ عشق ہے

جس کے اک قطرے سے دُنیا ہو گئی مست و خراب
وُہ تو اک ہلکی سی پھیکی سی شرابِ عشق ہے

کون سی آنکھوں سے دیکھوں کس زباں سے ہو بیاں
حُسن کا ہر ایک ذرّہ آفتابِ عشق ہے

عشق میں ناکامیوں کا ماحصل مجھ سے نہ پوچھ
کامیابِ عشق بھی ناکامیابِ عشق ہے

ڈھونڈتے ہر کیا ٹھکانا حسرتِ حیران کا
خانماں برباد و بدمست و خرابِ عشق ہے

تڑپ اور اتنا تڑپ تو اے دِل کہ عینِ صبر و قرار ہو جا
تو انتہائی خوشیوں سے فضاؤں میں نغمہ بار ہو جا
اگر محبت نبھانی چاہے تو یار سے کچھ طلب نہ رکھ تو
ہزار تجھ سے کرے وہ نفرت تو اُس پہ دل سے نثار ہو جا
ارے خرابِ نشاطِ فانی تو دائمی عیش پر نظر رکھ
اگر تجھے اختیار ہے کچھ تو خود ہی بے اختیار ہو جا
تو وضعداری پہ اپنی مِٹ جا کہ مرتے دم تک نبھا دے اسکو
ہزار سرمستِ بیخودی ہو، مگر خودی پر نثار ہو جا
وہ کارنامے ترے سنہری فسانے جھوٹے بنے ہوئے ہیں
زمانے بھر کو جگانے والے تو پھر سے اب ہوشیار ہو جا
جو کامرانی جہاں کی چاہے جو ہو تمنائے حکمرانی
کسی کے دُکھ میں شریک ہو جا کسی کے دِل کا قرار ہو جا
خرابِ کیفِ نیاز مندی طلسمِ اُلفت نہ ٹوٹے حیرتؔ
جہاں کو آئینہ خانہ کر دے زمانہ کا راز دار ہو جا

وہ نہیں ہے مجمعِ عام میں نہ وہ اپنی خلوتِ ناز میں
وہ برنگِ حُسن ہے جلوہ گر مِرے قلبِ آئینہ ساز میں
کہیں کیا دکھائی دیا مجھے فقط اِک تجلّیِ ناز میں
کہ حقیقتیں ہی حقیقتیں نظر آئیں حُسنِ مجاز میں
تجھے کچھ خبر بھی ہے غزنوی وہ کرشمہ سازیِ عشق تھی
وہ تری ہی آنکھ کا نور تھا جو چمک رہا تھا ایاز میں
وہ نیاز مندیاں عشق کی ہوئیں اُنکے ناز میں جلوہ گر
کھُلی چشمِ دل تو عیاں ہُوا میں ہُوں ناز میں وُہ نیاز میں
میرا عشق اب ترا حسن ہے مِرا حسن اب ترا عشق ہے
یہی اصل ناز و نیاز ہے جو نیاز میں وہی ناز میں
میں ترے ہی در کا فقیر ہوں میں ترے ہی غم میں اسیر ہوں
مجھے اِک ذرا سی جگہ ملے تری چشمِ بندہ نواز میں
تو کہیں نہیں تو ہے ہر جگہ مجھے کیوں نہ حیرتِ دید ہو
کہ ہزار ہا پردوں میں چھپ کے بھی تو نہیں ہے پردۂ راز میں

رنگینیِ رُخ

فضائے دہر رنگیں ہے بہارِ رُوئے جاناں سے
کوئی دیکھے یہ جلوے دیدۂ خوں نابہ افشاں سے

ذرا اِک اور چھینٹا جاتے جاتے بھی نمکداں سے
کہ ریزش ہے دعاؤں کی لبِ ہر زخمِ خنداں سے

کہاں کے مہر و مہ کیسی تجلّی طُورِ سینا کیا؟
مِرا سینہ مُنوّر ہے کِسی رُوئے درخشاں سے

میں جاؤں تو کہاں جاؤں خرابِ آرزو ہو کر
ہوائیں آ رہی ہیں خلد کی جب کوئے جاناں سے

یہ کِس کو دیکھ پایا ہے کہ جس کی جلوہ باری سے
نظر آتے ہیں جب حیرت نظر آتے ہیں حیراں سے

او کماندار

مجھ سا دُنیا میں کوئی صاحبِ تقدیر نہیں
یعنی ناکام میری کوئی بھی تدبیر نہیں

میں ہوں خاموش مرے عشق کو شایاں ہے یہی
وہ سمجھتے ہیں مری آہ میں تاثیر نہیں

او کماندار! تجھے اپنی نگاہوں کی قسم
کیا مرے واسطے ترکش میں کوئی تیر نہیں

دِل کے سو ٹکڑے ہوئے خون بہا جان گئی
جب کہا اُس نے کہ ترکش میں کوئی تیر نہیں

واہ کیا حُسنِ دلآویز ہے اللہ اللہ
خود بخود دل میں نہ کُھب جائے وہ تصویر نہیں

عقل والوں سے ضیا پاشیاں حیرت کی نہ پوچھ
حیرتِ جلوہ گری ہوش کی تصویر نہیں

حسنِ آبرو

دِل کو پابندِ رنگ و بُو کر کے
آبرو کھوئی آرزُو کر کے

خود کو کھو بیٹھے اپنے ہاتھوں سے
کیا مِلا اُن کی جستجو کر کے

خدمتِ خلق سے ہوئے مخدوم
آبرُو پائی آبرُو کر کے

دل کا ویرانہ کر لیا آباد
وقفِ ارمان و آرزُو کر کے

رشکِ صد سینا کر لیا سینہ
دلنشیں ایک شمع رُو کر کے

تم نہ کر بیٹھنا کہیں تقلید
وہ بلائیں ہیں تمہیں جو تو کر کے

حیرتِ آئینہ ہوئے جیرتؔ
آئینہ رُو کو رُوبرُو کر کے

کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

یہ مسجد مندر میخانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے
سب جاناں ہیں تیرے کاشانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

اِک ہست کا تیرے قائل ہے انکار پہ کوئی مائل ہے
اصلیّت لیکن تُو جانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

اِک خلق میں شامل کرتا ہے اِک سب سے اکیلا کہتا ہے
ہیں دونوں تیرے مستانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

کہیں حُسن میں جلوہ فرما ہے کہیں آتشِ عشق میں جلتا ہے
تو کیا ہے؟ کوئی کیا جانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

اِک مستِ الست ہے دیوانہ اِک دانا بینا فرزانہ
اِک خم سے بھرے دو پیمانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

یوں نام کو بلبل گل پر ہے اور شمع پہ مائل پروانہ
ہیں ایک ہی جلوے کے دیوانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

جیرتؔ یہ عالم سارا ہے کیا دل میں بھید چھپایا ہے
اِک بات ہے سو ہیں افسانے کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

نہ یوں محبت میں جان کھوتے نہ دِل لگاتے نہ ایسے ہوتے
نہ چین دن کو نہ شب کو روتے نہ دِل لگاتے نہ ایسے ہوتے
الٰہی فرقت میں کیا گذرتی کہ وصل میں بھی جو پُھنک رہے ہیں
نہ ہاتھ یوں زندگی سے دھوتے نہ دل لگاتے نہ ایسے ہوتے
وُہ جی پہ اپنے گذر رہی ہے نہ کہہ سکیں گے نہ سُن سکیں گے
نہ دل کا آنکھوں سے خون روتے نہ دل لگاتے نہ ایسے ہوتے
ہم ایک مٹی کا ڈھیر ہیں اب کسی کے کیا کام آسکیں گے
نہ اس طرح نقدِ جان کھوتے نہ دِل لگاتے نہ ایسے ہوتے
لگی ہے ایسی کہ جل بجھے ہیں مگر تمنّا ہے اور سُلگیں
کہ مشعلِ بزمِ عشق ہوتے نہ دِل لگاتے نہ ایسے ہوتے
لبوں پہ اب دم اَٹک رہا ہے نہ جی رہے ہیں نہ مر رہے ہیں
سِسک سِسک کے نہ جان کھوتے نہ دل لگاتے نہ ایسے ہوتے
تمام حیرت بنے ہوئے ہیں تمام حسرت بنا چکے ہیں
حواس و ہوش اپنے یُوں نہ کھوتے نہ دِل لگاتے نہ ایسے ہوتے

وُہ دِل ہی نہیں جسکو اَے جانِ خوبی ترے درد سے کوئی اُلفت نہیں ہے
وُہ کیا آنکھ جسمیں کہ اَے نورِ عالم ترے حُسن کی کوئی زنگت نہیں ہے
یہ ہے فطرتِ عشق خاموش رہنا کِسی کی نہ سُننا کسی سے نہ کہنا
سوائے ترے ذکرِ شیریں کے اَے جان کسی ذکر میں کچھ حلاوت نہیں ہے
تِری شکل ہو میرے سینہ میں پنہاں ترا درد ہو میری ہستی کا ساماں
تری یاد میں بھی جو نکلے مِری جاں مجھے پھر بھی دعوائے اُلفت نہیں ہے
حقیقت مرے دل پہ سب آشکارا تری رحمتوں پر ہے کامل سہارا
جو غفّار تُو ہے جو ستّار تُو ہے مجھے کچھ بھی خوفِ قیامت نہیں ہے
مری پارسائی مرا زُہد و تقویٰ یہ میرے لئے ہیں میں جو کچھ کرُوں گا
کوئی شیخ سے جا کے کہہ دے خدارا خُدا کو تو اِن کی ضرورت نہیں ہے
یہ دارالاماں ہے یہی جائے عرفاں یہی رندِ میخوار ہیں اہلِ ایماں
جو ساقی نہ ہو اور نہ ہو بزمِ رنداں تو جنّت بھی دراصل جنّت نہیں ہے
تحیّر فزا ہے یہ شفقت کسی کی مجھے ہو چکی ہے زیارت کسی کی
عنایت کسی کی ہے رحمت کسی کی یہ حیرت مری اپنی حیرت نہیں ہے

سوز و گداز

حسن جب محوِ ناز ہو جاتا / عشق کیوں بے نیاز ہو جاتا
وقفِ سوز و گداز ہو جاتا / پھر میں قدرت کا راز ہو جاتا
اُن کے قدموں پہ جھک گیا ہوتا / سرو بھی سرفراز ہو جاتا
پھر خدائی تری خدائی تھی / تو جو بندہ نواز ہو جاتا
تو جو مخلوق پر فدا ہوتا / تجھ پہ خالق کو ناز ہو جاتا
بے نیازی کی حد بھی مل جاتی / میں بھی گر بے نیاز ہو جاتا

اُن کی حیرت نصیب گر ہوتی
میں بھی آئینہ ساز ہو جاتا

نہ سہی

میں اگر باوفا نہیں نہ سہی / اور تم پُر جفا نہیں نہ سہی
درد کی کچھ دوا نہیں نہ سہی / جبیں تیری رضا نہیں نہ سہی
عشق بھی تو اُسی کا جلوہ ہے / حسن کو گر بقا نہیں نہ سہی
عشق تو مر کے زندہ رہتا ہے / زندگی کو بقا نہیں نہ سہی
موت مقصود ہے بتوں سے سہی / ہاں قضا سے قضا نہیں نہ سہی
شوق سے قتلِ عام کر ظالم / تجھ کو خوفِ خدا نہیں نہ سہی
اُن کے جلوے تو سب سلامت ہیں / میرا کچھ بھی پتا نہیں نہ سہی
میں مروں یا جیوں تجھے کیا ہے / تجھ پہ میں مرتا نہیں نہ سہی
وہ تو دل میں بسے ہوئے ہیں مرے / اُن کو میرا پتا نہیں نہ سہی

حسن آئینہ ساز ہو جائے
عشق حیرت فزا نہیں نہ سہی

سعی ناکام

خاص کے پیرو نہ حامی عام کے
ہم تو بندے ہیں تمہارے نام کے

سب ہیں دیوانے فقط اِک نام کے
کیوں یہ جھگڑے ہیں رحیم و رام کے

اُنکے در تک آ ہی پہنچے آخرش
صدقے اپنی کوششِ ناکام کے

مے چھلکتی جا رہی ہے دیکھنا
کچھ اُتارو اب تو صدقے جام کے

زُلف بکھرائے ہوئے اُٹھے ہیں وہ
صبح نے جلوے دکھائے شام کے

ایک ہی مقصد تھا جس پر مر مٹے
آدمی ایسے بھی تھے کچھ کام کے

کھو چکے ہوش و حواس و عقل و ضبط
ہم بھی کوئی آدمی ہیں کام کے

اُٹھو اور اب اُٹھ کے ہمت پھر کرو
شکوے کب تک گردشِ ایام کے

وارثی حیرت جہاں پر چھا گئی
صدقے اپنے جامۂ احرام کے

ہو جا

محوِ نیاز ہو کر ہم طرح ناز ہو جا
او مِٹنے والے مٹ کر ہستی کا راز ہو جا

وہ ناز کرنے والا آ ہی رہیگا اِک دن
اے دیدۂ تمنّا عمرِ دراز ہو جا

کچھ موت ہی کریگی اب تو علاجِ فرقت
اے درد تو ہی بڑھ کر بس چارہ ساز ہو جا

خود جذب ہو کے اُنمیں تو دیکھ اُنکی صورت
نظارہ کرنے والے نظارہ ساز ہو جا

اے حسنِ عشق پرور ہاں پھر وہی تجلّی
محمود آ رہا ہے تو بھی ایاز ہو جا

کون و مکاں کی تجھ میں بھر جائینگی صدائیں
خاموشیوں سے اے دِل فطرت کا ساز ہو جا

جلوؤں کے دیکھنے کو حیرت نظر کہاں ہے
اے جذبۂ تحیّر آئینہ ساز ہو جا

حُسن چارہ ساز

حُسن کی کارسازیاں عشق کی سرفرازیاں
عشق کی دردمندیاں حُسن کی چارہ سازیاں
عشق کی جاں نثاریاں حُسن کی جاں نوازیاں
رنگِ نمود لائی ہیں دونوں کی بے نیازیاں
موت ہے رُوحِ زندگی، زندگی جانِ موت ہے
ایک ہی راز کی ہیں یہ دونوں کرشمہ سازیاں
آہ وُہ بے ثباتیٔ دہر کی حشر زائیاں
محوِ خیال ہو گئیں حُسن کی جلوہ سازیاں
چھپ کے ہوئے ہیں وہ عیاں آئینۂ جمال میں
حیرتِ عشق ہو گئیں حسن کی جاں نوازیاں

دِل کی دُنیا کا عجب طور و قرینہ نکلا
اس میں جو آکے بسا پھر وہ کبھی نہ نکلا
قُلزُمِ حُسنِ محبت کا سفینہ نکلا
اِس میں جو ڈوبا وہ انمول خزینہ نکلا
کینہ ور سینہ زمانے میں کمینہ نکلا
اُن کو کھودا تو وہ لعنت کا دفینہ نکلا
ایسے انداز سے ذی الحج کا مہینہ نکلا
دِل کا ہر ذرہ مرا خاکِ مدینہ نکلا
شانِ رحمت کیلئے کوئی گنہگار نہیں
گنجِ عصیاں مری بخشش کا خزینہ نکلا
آرزو ضُعف و نقاہت سے جو تھک کر بیٹھی
خونِ دل میرا وہیں بن کے پسینہ نکلا
حیرتِ جلوہ فلک پر جو رہا چودھویں شب
میرے پہلو میں وہی ماہِ شبینہ نکلا

اے برقِ تجلّی جلووں سے یوں دل کو مِرے روشن کر دے
ہر قطرۂ دل کو طور بنا ہر ذرّے کو ایمن کر دے

یہ کوچہ نہیں یہ در نہ سہی صحرا ہی سہی جنگل ہی سہی
تو ہاتھ سے اپنے قتل تو کر پھر چاہے جہاں مدفن کر دے

دل صبر و سکوں کا مسکن ہے آسودگیوں کی منزل ہے
پردے سے نکل کر پھر اس کو اِک برق زدہ خرمن کر دے

اُس در کی پہلے خاک بنا مِرٹ جائے تمنّرِ ما و شما
اے وحشتِ دل ہاں شوق سے پھر آوارہ مجھے بن بن کر دے

اے ساقیِ جلوہ طراز مِرے تو وسعتِ جلوہ یوں پھیلا
آنکھوں سے مے کی نہر چلا ساحل میرا دامن کر دے

سینے کے مرے سب زخموں کی اس تیرے نمکداں کو ہے قسم
چٹکی میں کوئی ذرّہ نہ رہے سینے کو مرے گلشن کر دے

دل جلوۂ حسن سے حیراں ہے کیا اسمیں سمائے کیا ٹھہرے
اے کاش کوئی اُن جلووں سے دلِ حیرت کا مخزن کر دے

مطلعِ انوار

میری نظروں میں کوئی جلوہ تجلّی بار ہے
سینہ جس کی روشنی سے مطلعِ انوار ہے

دیکھنا وُہ پا بہ لغزش کونسا میخوار ہے
جس کی خاکِ زیرِ پا بھی مست ہے ہشیار ہے

عشق مونس عشق حامی عشق ہی دلدار ہے
عشق میری زندگی ہے عشق جانِ زار ہے

موت کیا ہے زندگی کی ہمدم و غمخوار ہے
زندگی بھی جان سے جس کیلئے تیار ہے

زندگی ہے بے بسی اور بے بسی ہے زندگی
یعنی آسانی بھی میرے واسطے دشوار ہے

چارہ گر کچھ غم نہیں ہے میں ہوں آزادِ الم
پُر سکوں ہے جان جسمیں شورشِ آزار ہے

اب تو ہر عنوانِ حیرت حیرت عنوان ہے
حیرتِ خاموش گویا حیرتِ گفتار ہے

حصۂ درد

کِسی نے جامِ محبت پیا - پیا نہ پیا
کسی نے درد کا حِصّہ لیا - لیا نہ لیا

ہزار شوق سے تم پر مسرّتیں قرباں
ہمارے سوز کا ساماں کیا - کیا نہ کیا

یہ جامہ زیبی تمہاری تمہیں مبارک ہو
ہمارا چاک گریباں سیا - سیا نہ سیا

خوشا نصیب کہ تم جبکے چارہ سوز ہوئے
ہمارے درد کا درماں کیا - کیا نہ کیا

تو مشقِ ناز سے پامال کر نہ حیراں ہو
اب اسکا کیا ہے کہ حیرتؔ جیا - جیا نہ جیا

اظہارِ عشق

خالی جائے اُس نظر کا وار کیوں
دیکھنے والے رہیں ہُشیار کیوں

عشق ہو تو عشق کا اظہار کیوں
رائیگاں ہو یہ دُرِ شہوار کیوں

جوڑ ہے ان کا ازل کے روز سے
گُل کو تنہا چھوڑ دے اب خار کیوں

ذرّے ذرّے میں وہی ہے جلوہ گر
مُضطرب ہو طالبِ دیدار کیوں

عشق تو انوارِ محسُوسات ہے
عشق میں ہو زندگی بیکار کیوں

آنکھوں آنکھوں ہی میں ہوں راز و نیاز
لب پہ آئے گفتگوئے یار کیوں

کیوں کھلیں اسرارِ حیرتؔ دہر میں
مُنکشف ہوں معنئِ اسرار کیوں

زینتِ عشق

زینتِ عشق ہے جذبات کا پنہاں ہونا
تنگیٔ ظرف ہے اشکوں کا نمایاں ہونا

بس اُسی خاک کو ہے گورِ غریباں ہونا
واسطے جس کے ہے خاکِ درِ جاناں ہونا

قیس آوارۂ صحرا ہے تو ہونے دو اُسے
یاں تو گھر ہی کو میسّر ہے بیاباں ہونا

زیبِ دیدہ ہو اگر جلوۂ پُرنور کوئی
دیکھئے کیا ہو پھر اُس آنکھ کا حیراں ہونا

چھا گئی اُس رُخِ انور کی ضیا سے حیرت
ورنہ حیرت کو میسّر نہیں حیراں ہونا

اچھّا ہے

زندگی اچھی ہے جب اپنا خیال اچھّا ہے
ایسے بیمار کا بستر پہ بھی حال اچھّا ہے

عشق میں لاکھ مصیبت ہو مآل اچھّا ہے
ہجر اچھا ہے مجھے شوقِ وصال اچھا ہے

فکرِ فردا نہ غمِ حال نہ ماضی کا خیال
سارے عالم سے ترا محوِ جمال اچھّا ہے

اِک نظر تیری جو ہو جائے تو سُبحان اللہ
ورنہ جس حال میں تُو رکھے وہ حال اچھا ہے

فرطِ حیرت سے چمک اُٹھا میں آئینہ صفت
اُس نے جب پُوچھا کہ حیرت ترا حال اچھا ہے

پردے میں ہو

سامنے بیٹھے ہوں وہ اور مدّعا پردے میں ہو
حاصلِ اُلفت یہی ہے اور کیا پردے میں ہو
حسرتِ دید اِس طرف جلوہ نما پردے میں ہو
بیزا جلوہ اُس طرف لیکن ذرا پردے میں ہو
عاشقوں کی موت بھی ہے یادگارِ حُسن و عشق
دیکھنے میں ہو فنا لیکن بقا پردے میں ہو
بندہ پرور ہے یہی رازِ و نیازِ عاشقی
ہو جفا لیکن ذرا مشقِ جفا پردے میں ہو
واہ رے ذوقِ طلب یُونہی تو کھُلنا چاہیئے
انکشافِ اُلفتِ حیرت نما پردے میں ہو

اعلےٰ۔ ادنےٰ

بات تو جب ہے رہے وقفِ دل آرا ہو کر
اور نا محرمِ ارمان و تمنا ہو کر
وہ نہیں اعلےٰ جو اعلےٰ بنے ادنےٰ ہو کر
وہی اعلےٰ ہے جو ادنےٰ رہے اعلےٰ ہو کر
ابرِ رحمت! میری جانب بھی ذرا سا ہو کر
کر دے زندہ دلِ مُردہ کو مسیحا ہو کر
جائے حیرت ہے رہے دہر یاں رُسوا ہو کر
ایک عالم میں جو مشہور ہو تیرا ہو کر
کون کہتا ہے کہ رُسوائی و ناکامی ہے
کوئی دیکھے تو سہی حُسن پہ شیدا ہو کر

کامل آزادئ وحشت ہے میسّر مجھ کو
نظر آنے لگا اب گھر بھی تو صحرا ہو کر

اِک محبت کی نظر سے تری اے پیرِ مغاں
غیر بھی اب تو نظر آتا ہے اپنا ہو کر

تُو ہے وُہ چاند کہ جس چاند سے اے صلِّ علیٰ
طالبِ نُور ہے خورشید بھی ذرّا ہو کر

آنکھ وہ آنکھ ہے جس آنکھ میں تُو ہے پنہاں
دِل وہ دل ہے جو ہمیشہ رہے تیرا ہو کر

کاش ہو جائے مقدر میرا اتنا یاور
سر نہ اُٹھے ترے سجدہ سے جبیں سا ہو کر

قیس آبادی میں کیوں جائے ضرورت کیا ہے
اُس کو صحرا ہی نظر آتا ہے لیلےٰ ہو کر

بے نیازی بھی تو حیرت میں ہے ماشاء اللہ
وہ جو دریا کو لئے بیٹھا ہے قطرہ ہو کر

دل کی آگ

ہے کوئی جو برقِ جمال سے میرے دل میں آگ لگا سکے
جو بس ایک جلوۂ ناز سے میرے عقل و ہوش اُڑا سکے

مجھے امتیاز تو کچھ نہیں مگر اُس صدا پہ نثار ہوں
کہ ازل کے دن جو سُنی تھی دُھن مجھے پھر وہ نغمہ سُنا سکے

مجھے کوئی کس طرح سُن سکے مجھے کوئی سُن کے کریگا کیا
کہ وہ اِک شکستہ صدا ہوں میں جو نہ دل سے لب پہ بھی آ سکے

میں نشان اپنا بتاؤں کیا میں وُہی تو کشتۂ یاس ہوں
کہ جو اپنی ہستی مٹا کے بھی نہ تیرا نشاں کہیں پا سکے

بڑھے کیوں نہ ہمتِ ضبطِ غم جو وہ شاہِ حسن ہی یُوں کہے
کہ بس ایک حیرتِ زار ہے بھرا بارِ غم جو اُٹھا سکے

حیاتِ شباب

مجھے نگاہوں میں جذب کر لے مجھے حیاتِ شباب کر دے
مرے جگر کو شراب کر دے مرا کلیجہ کباب کر دے

کسی نظر میں ہو دین پنہاں کسی نظر میں ہو رنگِ دنیا
مجھے تو مطلوب وہ نظر ہے جو دین و دنیا خراب کر دے

جو تیرے بندے تو اُن کی اُمت جو تو ہے مالک تو وہ بھی آقا
اُنہی کے صدقے میں عاصیوں پر نزولِ رحمت بے حساب کر دے

نہیں ترے میکدے میں کوئی جو مجھ سا ناکام آرزو ہے
طفیل اپنی نظر کا ساقی مجھے بھی اب کامیاب کر دے

وہی ہو جلوہ وہی ہو حیرت نہ ہوش باقی نہ بیخودی ہو
جو میں تحیّر کا خواب دیکھوں تو مجھ کو حیرانِ خواب کر دے

قندِ پارسی

زہے اضطرابِ دلِ بیقرارے | سحر شام بر گیسو و رخ نثارے
مرا داد خالق چہ خوش رو نگارے | دو عالم بہ حسن و جمالش نثارے
چہ فیاض ساقیِ میکش نوازے | بہ بخشیدنِ جام خود بیقرارے
بیا کز برائے تو برپا تلاطم | دلم خون شدہ دیدہ شد اشکبارے
بامیدِ نگہے فنا دم براہت | بچشم تلطف ببیں خاکسارے

منِ مردہ دل را بدہ آبِ حیواں
بہ حیرت نگرِ شارِہ آئینہ دارے

پوربی بھاشا

ویوگ

کٹیلی رسیلی نجروالے موہن پیا تورے کارن جوگنیا بنوں گی
میں بکھرے تمہارے کی جوتا سے بالم ان اندھیاری راتوں کو روشن کروں گی
میری زندگی اب تمہارے ہی درشن میرے دل کی دنیا تمہیں سے ہے روشن
جیئوں گی سو توری مروں گی سو تجھ پر یوں ہی اپنا جیون گجارن کروں گی
سجن سکھ سے تم جو بدلیوا سدھارو تو سندیسوا اُسن لو اتنا ہمارو
تیری یاد من میں بسائے رکھوں گی ترا نام لیتے ہی لیتے مروں گی
سجن تورے دکھ پر میں وارونگی تن من سوامی تمہارو ہی دھن ہے یہ جوبن
یہی اپنا جیون جو ہو جائے پورن تو ہر ایک دکھ سے میں جگ میں لڑونگی
جو سپنے میں آکر دکھا جاؤ صورت تو حیرت پہ چھا جائے حیرت ہی حیرت
جو آ جائے مرنے کی اپنے مہورت تو پھر ایسا مرنا میں نت نت مرونگی

پریت کی جیت

پریت کی جگ میں جیت رے بالم
پریت ہی سب کو میت
پریت ہی انگ میں جیون جوتی — انگ ساگر پریت انودھ موتی
ڈوب جا اس میں رول لے سب کو — ڈوبے بناں نہیں مول تہارو
پریت کی ایسی ریت رے بالم
پریت ہی سب کو میت
پریم پیارا پریم سہارا — پریم بناں نہیں جگ میں گذارا
جگ دوکان پریم ہے سودا — جس میں ناہیں مہنگا سستا
جس نے اپنے آپ کو بیچا
اُس کی جگ ماں جیت رے بالم
پریت ہی سب کو میت

پریم ہوائیں بھینی بھینی
پریم کی بتیاں میٹھی میٹھی
دکھیا ہیں اب کچھ نہ کہوں گی   ایک نجر بس دیکھ مروں گی
جُبنا جائے نہ بیت رے بالم
پریت ہی سب کو میت
جگ میں سب کو کام ہے اپنا   مجھ کو تیرا نام ہے جپنا
سوپن ہی میں اب رُوپ دکھادو
پاپ کلیسوا آ کے مٹا دو
برھن گاؤں نہ گیت رے بالم   پریت ہی سب کو میت
جیرت نینن رکت بہایو
گُم سُم پریم کا روگ لگایو
اب یہ روگ ہے جیون اُس کا   تم ہو اِس کے وہ ہے تمہارا
پریت کا انت پریت رے بالم
پریت کی جگ میں جیت

پریم کی نیا کھیون ہار   اب تو لے چل پرلے پار
پاپ کا ساگر ٹھاٹھیں مارے
ٹوٹی نیا پھنسی منجھدھار رے
تم سے گسیاں آس لگی ہے   جیت نہ ہو جائے ہار
اب تو لے چل پرلے پار
ساجن تمہرے پریم بناں مورا جیون رہت دکھی
تورہی موہنی مُورت جب سے چھپی ہیں تو جیت جیت مری
ساجن تمہارا رُوپ انوکھا نینن بیچ سمایو
نینن کے دروازے ماسے ہردے آن بسایو
ہردے ماسے روم روم میں اپنا رنگ جمایو
پریم پیالو مدھ بھرد جائے لاگت مُکھ اِک بار
سُدھ بُدھ سگری بسرو جیرت پہنچت اپرم پار
پریم کی نیا کھیون ہار
اب تو لے چل پرلے پار

اُن کی خبر پا آنے کی پائی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
آس درس کی ہردے لبھائی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
سانجھ سویرے بنیا کو دھائی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
پھول چنبیلی بیلائیں لائی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
سوہنی مُورت موہنی مورت بانکی چتون نین رسیلے
جس نے دیکھی ہردے لبھائی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
پریتم پیارے راج دُلارے نینوں کے تارے جب سے پدھارے
پریم کی بنسی جگ میں بجائی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
شام مراری کرشن بہاری تن من دھن سب تم پہ واری
دل کی منتھرا آن بسائی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
گوکل باشی مُرلی بجا جا پاپ کلیشوا آ کے مِٹا جا
بھارت توری دینت دوہائی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
یثرب والے احمد پیارے دو جگ کے تم تارن ہارے
اُمتا کی بنا بھنور بیچ آئی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
آؤ رے بالم نین میں رکھ لوں نین سے ہردے بیچ اتاروں
تجھ بن موہے نیند نہ آئی چُن چُن کلیاں سیج سجائی
دیکھو ری سکھیو بھاگ یہ مورے کیسے پیا کی ناری بنی ہوں
جن کی حیرتؔ من پرچھائی چُن چُن کلیاں سیج سجائی

عکسِ حیرت

حضرت فقیر حیرتؔ وارثی رحؒ

حق

نذر

رہروانِ جادۂ فنا
فدایانِ منزلِ بقا
سالکانِ باصدق و صفا

فقرائے باتمکین وارثی

کے نام نامی
سے مشرف ہوتا ہوا استدعائے قبولیت
کی بھیک کا متمنی

حیرت زدہ ازلی
فقیر حیرت شاہ وارثی

حق

عرضِ حال

محبانِ والا قدر

اپنی بے ربط زندگی
زمین و آسمان کی بے پناہ وسعتوں میں سرگرداں
قدرت کی ظاہری اور باطنی آئینہ داریوں کی چلتی پھرتی
ایک صورت حیران۔ خود بھی حیران
اور زمانے بھر کی حیرانیوں کا سامان
اور آپ صاحبان کا فرمان
بھلا کہاں حیرتؔ حیران ــــ کہاں طباعت و اشاعت کی
پابندی گراں ــــ مگر لیجئے ــــ بیچئے

؎ مار کے زندہ کیا تو نے مری جاں مجھ کو
آ اٹھنے دے گا نہ کبھی یہ ترا احساں مجھ کو

کیونکہ بقول حافظؒ
؎ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذتِ شربِ مدامِ ما

یا اس مالک کونین اور خالق برحق کی حقیقی رحمت کاملہ کا حیرت نشاں کرشمہ ہے۔ کہ کسی نہ کسی اور کسی نہ کسی روپ میں وہ ذات محیط کل منصۂ شہود میں جلوہ افروز ہو کر کائنات کی تسکین کا موجب ہوتی رہی۔

مثلاً اگر بعثت سرورِ انبیاء سرکار آقائے دو عالم صلعم سے
قبل انبیاء علیہم السلام نے مختلف ممالک میں مختلف شانوں کیساتھ
نزول اجلال فرما ہوکر شان خلیلؑ و کلیمؑ دکھائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام
کی بنسری سے صوت سرمدی کی لہر جگائی تو دوسرے بعد کے دور میں

"حالانکہ اِسم اقدس نبوت کا انقطاع کلی ہُوا"

لگر کارنامہ ہائے نبوت بڑی شان و شوکت سے جاری وساری
رہے۔ بالخصوص حضرت سرکار سید الشہداء۔ شیر کربلا حضرت
امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حُبیبی سیدی سُعدی اِمامی
شفیع الخلق فی یوم القیامی
رسولٌ جدہٗ خیرُ الانامی
علیہ یا صبا بلغ سلامی

کی ذات گرامی نے تو وہ ازلی کرشمے بکھیرے جو حقیقتاً آپ ہی کا
ایزدی حصہ تھا۔ بقول پیشوائی و دستگیری حضرت لسان الطریقت
قبلہ بیدمؒ شاہ صاحب وارثی علیہ الرحمتہ ؎

ان شہیدانِ وفا کی داستاں سمجھے گا کون
قطرہ قطرہ جن کے خوں کا قلزم صد راز تھا

اور مابعد حضرات غوث الثقلین میراں محی الدین رحمتہ اللہ علیہ و
سرکار والیِ ہند۔ عطائے رسول صلعم۔ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمتہ
اور سرکاران مابعد در طول و عرض ملک ہندوستان عراق و عجم
نے کوس لِمَن المُلکی بجایا۔ بقول حضور قبلہ و کعبہ ؎

ہر اک ذرے میں ہے انی انا للہ کی صدا ساقی
عجب میکش تھے جنکی خاک میں بھی جوش مستی ہے۔

(مصحف بیدمؒ)

تو اس بر خود غلط۔ کجرو اور مسموم صدی میں حضور

خیر الوارثین۔ امام الاولیاء۔ برہان الانقیاء قبلہ
زمان و اہل زمان حضرت سیدنا وارثؒ عالم پناہ

طاب اللہ ثراہ کی ذات اقدس نے انجمنستان ہستی کو منور فرمایا
اور کائنات کا ذرہ ذرہ پکار اٹھا ؎

بہر رنگیکہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

حضور خانہ رسالت کے چشم و چراغ و روح رواں و جانشین
بلا فصل سرکار مولائے کائنات حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ تھے
جبھی تو اس انوکھی شان سے جلوہ فرمائے دہر فانی ہوکر وہ نقوش
لافانی چھوڑے کہ ہر مذہب و ملت۔ مشرقی و مغربی کرہ ہائے زمین کے
بے شمار و بے انتہا افراد نے آپ کی عظمت و ولایت کا ڈنکہ بجایا۔
آپ کی زندگی کے ایک سادے سے پہلو۔ منزل تسلیم ورضا ہی
کو لیا جائے۔ ہاں میں اتنے اہم مسئلہ کو سادہ ہی کہوں گا۔ کیونکہ حضور
نے خود بزبان فیض ترجمان ارشاد فرمایا ہے کہ

تسلیم ورضا کا مرتبہ بی بی فاطمہؓ نے اپنے بابا جان سے پایا
اور حسنین علیہم السلام کی وساطت سے جس قدر جسکا حصہ
ہے وہ اس کو ملتا ہے

(حیات وارثؒ)

مکرر فرمایا۔

ہمارا مشرب عشق ہے جس میں انتظام حرام۔ اور
رضائے شاہد حقیقی کے آگے سر تسلیم خم کرنا فرض عین ہے

یعنی اس کی اصلیت کو اس طرح واضح فرمایا۔ کہ یہ زندگی کا کوئی مخصوص
مرحلہ ہی نہ تھا۔ اور اس کے لوازمات کو ہر پہلو سے اس طرح سے قائم رکھا کہ جسکی
ذکر نہ فکر بمصداق۔

اَلرِّضَاءُ سُرُوْرُ الْقَلْبِ عَنِ الْقَضَاءِ

جملہ حادثات و عوارض زندگی کو کرشمہ ناز محبوبی جانا اور کسی حالت میں بھی آپ کی زبان مبارک حرفِ شکایت سے آشنا نہ ہوئی۔

ع :- ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند

یہ آنحضور ہی کے فیضان کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔ کہ مجھ ایسا ذرّہ بے مقدار۔ آفتاب و مہتاب کے لئے۔ سرمایہ رشک بنا اور محبت کی مئے دیرینہ سال نے مجھے بھی بیخودی اور حیرت کے جام پر جام پلاکر بادہ گسارانِ بزمِ حقیقت میں شامل کرلیا۔

عاشق کی معراجِ حیات اس کا منتہائے مقصود اور اس کی سعادت عظمیٰ یہی ہے۔ کہ وہ اپنے محبوب کی ہر ادا پر مٹ جائے۔ اس کے نقش کفِ پا پر سجدہ ہائے نیاز لٹائے۔ اس کے تبسم زیر لبی پر ہزار جانیں بھی ہوں تو فدا کردے۔ اس کے غمزۂ جاں نواز پر لوٹ لوٹ جائے۔ اس کے عشوۂ دلفریب پر پروانہ وار نثار ہو کر گوہر مقصدِ حقیقی پالے۔

یوں سمجھئے کہ وجود ایک سمندر کی مثال رکھتا ہے۔ جو ہمیشہ موجزن رہتا ہے۔ اہلِ جہاں میں سے کسی نے بھی اس سمندر سے موج کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ مگر دیکھنے والے دیکھ ہی لیتے ہیں کہ اس کے باطن سے ایک موج اٹھی۔ اور تمام سطح سمندر اس میں چھپ گئی۔ انسان کی زندگی کا مقصد حقیقی بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی ہستی کو اس ہستی لافانی میں ختم کردے۔ اور یہی عینِ حقیقت ہے۔

اب میں کیسے کہہ سکوں۔ کہ کسی کی مست نگاہ نے مجھے وہ سرمستیٔ ازل عطا کی ہے۔ کہ میں حیرت کی تجلیوں میں کھو کر رہ گیا۔ ؎

ترے خیالِ زلف نے سب سے ہمیں چھڑا دیا
گرچہ پھنسے ہیں دام میں۔ دل کو مگر فراغ ہے

(خواجہ میر دردؔ)

مجھے ذرہ ذرہ میں حسن کی تجلیاں رقصاں نظر آنے لگیں۔ درختوں کا پتہ پتہ اور ٹہنی ٹہنی چنگ و رباب بن گئی۔ اور کسی کی نغمہ نوازیوں نے مجھے سرتا بہ قدم متحیر کرکے رکھ دیا۔ چنانچہ اب میں اپنے وجودِ ظاہری کو اپنا ایک دوسرا وجود متصور نہیں کر رہا۔ الحمدُللّٰہ کہ دوئی کے پردے آہستہ آہستہ اٹھ گئے۔ نفسِ مطمئنہ نے مجھ پر اب وہ راز ہائے درونِ پردہ کھول دئے ہیں۔ جس کے تجسس میں میں نے صحرائے عشق کی بادیہ پیمائی میں عمر کا ایک حصہ صرف کردیا ہے۔

حضور آقائی و مولائی کا ارشاد گرامی ہے کہ :-

"اگر شوق کامل اور طلب صادق ہو۔ تو ہر ذرے میں حبیب کی دید نصیب ہو سکتی ہے"

یہی فرمان میرے لئے مشعلِ راہِ حقیقت ہو گیا۔ اور اسی میں مری منزل زندگی طے ہو رہی ہے۔

نیز فرمان دگر ہے کہ :-

"مرے یہاں محبت ہی محبت ہے"

مری زندگی میں ایک ایسا خوشگوار انقلاب برپا کیا ہے۔ کہ میں غیر معلوم طور پر اپنے آپ کو ہمیشہ محبت کی پُر خلوص فضا میں گم پاتا ہوں۔

دل جز رہِ عشق تو نپوید ہرگز
جُز محنت و دردِ تو نجوید ہرگز
صحرائے دلم عشقِ تو شورستاں کرد
تا ہر کسے دراں نروید ہرگز

(ابو سعید ابوالخیرؒ)

ہاں یہ تمام کچھ انہی کی جادو بھری آنکھوں کا اعجاز ہے۔ انہی کی والہانہ کرشمہ سازی محبت کا کرشمہ ہے۔ اور انہی کی بے پناہ حقیقتوں کا فیضان ہے۔ کہ میرا کلام تمام تر میرے ذاتی جذبات و حقیقی واردات کا مرقع ہے۔ ورنہ ؎

دماغ بے حس خیال باطل۔ زبان میری نہ نطق میرا
کسی کی حیرت کے ہیں کرشمے جو ہے موثر کلام میرا

اور کیوں نہ ہو

اب تو ہر عنوان حیرت۔ حیرتؔ عنوان ہے
حیرتِ خاموش۔ گویا حیرتِ گفتار ہے
(نقشِ حیرت)

محبت جب اپنی آخری منازل کی طرف رجوع پذیر ہوتی ہے۔ تو جنوں یا جذب کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ اس وقت فراق و وصل کا امتیاز اُٹھ جاتا ہے۔ چشمکوں سے واسطہ تک نہیں رہتا۔ لبِ بام کسی کو جلوہ افروز دیکھنے کا خیال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اُس وقت معشوق کا وجود عاشق کے وجود میں ضم ہو جاتا ہے۔ اور معشوق کی روح عاشق کے جسم میں حلول کر آتی ہے۔ حالانکہ

ے عروسِ فطرت ہے چھپ کے بیٹھی ہزار پردوں میں منہ چھپا کر
ہر ایک سینہ میں آرزوئے وصال کی اک خلش لبا کر
(صائب عاصمی)

مگر عشاق کی اور صرف عشاق کی نگاہِ پردہ دران حجابات کے پردوں کو اُٹھا کے چھوڑتی ہے۔

چنانچہ میرے اشعار میں بھی انہیں عشاق کو تجلیاں نظر آئینگی۔ جن کے سینے شب کو بیدار آنکھیں دن کو آماجگاہ انوار رہیں ے

منزلِ عشقت مکانے دیگر است
مردِ ایں رہ را نشانے دیگر است

اور آخر میں اپنے بزرگ طریقت و نغم حقیقت حضرت قبلہ سید افقر موہانی وارثی۔ جن کے فیضان خصوصی نے فقیر کو حوصلہ دلایا۔ کہ اس رطب و یابس کو طبع کرا سکوں۔

و
محب مخلص جناب عبدالمجید صاحب سالک و عزیزان والا قدر سید نذیر ترمذی الوارثی و صائب عاصمی صاحب
اور
جناب عبدالرحمٰن صاحب شوقؔ مدیر "عارف" کی

معاونتوں کے لئے فقیر دعاگو ہے

آپ بھی

از راہِ کرم لغزشوں و خامیوں کو عفو فرمائیں
والسلام

خیر اندیش

فقیر حیرت شاہ وارثی

گنبدِ خضرا کے نیچے

سلامِ حضوری

(مدینۂ عالیہ میں لکھا گیا۔ اور حرمِ نبوی
صلعم میں روزانہ پڑھا گیا)

سنہ ۱۹۴۰ء

اے سرورِ دو عالم شاہا سلام لیجے

اے سرورِ دو عالم شاہا سلام لیجے
اے ہادیِ معظّم آقا سلام لیجے
اے رحمتِ مجسّم مولا سلام لیجے
ہاں اے کریم و اکرم داتا سلام لیجے
حاضر ہیں در پر بندے اِنکا سلام لیجے

ناکارہ خادموں کا آقا سلام لیجے
دل سے زباں سے جاں سے صدہا سلام لیجے
ہم کیا کہیں کہ شاہا کیسا سلام لیجے
ہم بے لبوں کے آقا جیسا سلام لیجے
دُکھے ہوئے دِلوں کا دُکھیا سلام لیجے

کیوں کر کہیں ہم آقا ہم آپکی ہیں اُمّت
دل آپ پر ہو قرباں ایسی کہاں ہے قِسمت
بھولے ہوئے ہیں راہیں بگڑی ہوئی ہے حالت
لیکن اب آپ سے ہیں اُمیدوارِ رحمت
ان اپنے عاصیوں کا مولا سلام لیجے

محرومیوں کی آقا اب انتہا نہیں ہے
کِس کو سنائیں بِپتا کچھ سُوجھتا نہیں ہے
اتنی مصیبتوں کا اب حوصلہ نہیں ہے
جز آپ کے ہمارا کچھ آسرا نہیں ہے
مُشکل کشائی کیجے ایسا سلام لیجے

حد سے گذر رہی ہے آقا ہماری پستی
احساس مٹ رہے ہیں رندی ہے اور نہ مستی
اب موت زندگی ہے غفلت ہے اپنی ہستی
ویران ہو رہی ہے آباد دل کی بستی
اپنے مٹے ہوؤں کا مولا سلام لیجے

بطحا کی سرزمیں کی تقدیر کا تصدق
بوبکرؓ کی عمرؓ کی توقیر کا تصدق
عثمانؓ کی علیؓ کی تنویر کا تصدق
ہاں اہلِ بیت کی پھر تطہیر کا تصدق
امت کی لاج رکھیے مولا سلام لیجے۔

حسنینؓ کا تصدق غوثؒ الوریٰ کا صدقہ
خواجہ معینِ دیںؒ کے دستِ رسا کا صدقہ
حضرت نظامِ دیںؒ کی شانِ سخا کا صدقہ
صابرؒ علیہ الرحمۃ نورِ ہدیٰ کا صدقہ
وارثؒ کا صدقہ دیجے مولا سلام لیجے

دلِ طالبِ کرم ہے غربت میں یا محمدؐ
حیران ہو رہا ہے فرقت میں یا محمدؐ
کیا دیر ہے نگاہِ رحمت میں یا محمدؐ
حیرت رہیگا کب تک حیرت میں یا محمدؐ
حیرت زدہ کا اپنے مولا سلام لیجے

سلام دویم

مدینہ طیبہ میں ۱۹۴۱ء میں لکھا
گیا۔ اور دربار سرکار دو عالم صلعم میں
پڑھا گیا

السلام اے نورِ حق اے رحمۃ للعٰلمین

السلام اے نورِ حق اے رحمۃ للعٰلمین
اے پناہِ بے پناہاں وے شفیع المذنبین
السلام اے نورِ عالم نورِ ربّ العٰلمین
آپ کی ذاتِ مقدس روئے قدرت کی جبین
السلام اے آفتابِ گنبدِ خضرٰی نشین
آپ کے قدموں سے ہے افلاک سے بالا زمین
اللہ اللہ اے فروغِ یثرب و ارضِ حجاز
ہوگیا فرشِ زمیں ہم صورتِ عرشِ بریں
یہ زمانے کی بلند و پست سے بالا رہے
ہر طرح محفوظ ہیں کونین ہیں اِسکے مکیں
ہم گدایانِ ازل بھی آئے ہیں در پر حضور
مبتلائے رنج و غم ہیں عاجز و اندوہگیں
بیکسی بھی اب تو ہم پر خون روتی ہے حضور
مرمٹوں کو آپ کے جائے اماں ملتی نہیں

ہم وہی ہیں جنکو قرآں نے کہا خیر الامم
لیکن اب ہم میں محبت کی کوئی خو بو نہیں

آپ کے صدقے میں پھلتے پھولتے ہیں غیر بھی
اب مگر اپنوں کی کچھ شنوائی کیوں ہوتی نہیں

ہم بھلے ہیں یا بُرے جیسے بھی ہیں ہیں آپ کے
اپنے در سے اب ہمیں خالی نہ بھجوائیں کہیں

بھولے بھٹکوں پر نظر ہو پھر وہی حیرت نواز
چھوٹ جائیں دہر کی حیرانیوں سے یہ حزیں

پھر یہ دُنیا کیلئے آئینۂ حیرت بنیں
پھر تحیر بنکے چھائے دہر پر دینِ متیں



مدح

حضرت بلال رضی اللہ تعالٰے

فدائے حسن محمدؐ بلالؓ کیا کہنا
ہیں صدقے آپ کے اے باکمال کیا کہنا

ہیں بے مثال جہاں میں جو سرورِ عالم
تمہارا عشق بھی ہے بے مثال کیا کہنا

ملاحتوں نے تری کر دیا جہاں روشن
ازل سے لایا وہ حسن و جمال کیا کہنا

تری غلامی پہ آزادیاں ہزار نثار
مصیبتوں میں رہا مستِ حال کیا کہنا

تمام عمر جو حیراں تری اذاں سے رہا
وہی تھا حیرتِ مستِ خیال کیا کہنا

غوث الاعظمؒ قطبِ عالم جان جانِ اولیا
نورِ قلبِ اولیا روح روانِ اولیا
آپ کا اسمِ مبارک حرزِ جانِ اولیا
آپ کا ہر نقشِ پا ہے اِک نشانِ اولیا
آپ کے انوار سے بغداد ہی جنّت نہیں
سارا عالم ہو رہا ہے بوستانِ اولیا
لاتخف ارشاد نے ایسے اٹھائے ہیں حجاب
ذرّہ ذرّہ کہہ رہا ہے داستانِ اولیاء
اے دو عالم کے اُجالے اِس طرف بھی اِک نظر
پُرضیا ہے آپ سے ہر آستانِ اولیا
میری مشکل بھی ہو آساں اے علیؓ کے لاڈلے
سب مُرادیں پا رہے ہیں عاشقانِ اولیا
روئے انور کی جھلک نے جس کو حیراں کر دیا
آپ کا حیرتؔ ہے گردِ کاروانِ اولیا

مدح

حضرت سرکار صابر پاک علیہ الرحمتہ

دکھا دے یا الٰہی روئے پُرانوار صابرؒ کا
کہ دیدارِ علیؓ ہے اصل میں دیدار صابرؒ کا
جو آیا جھولیاں بھر کر گیا نادار صابرؒ کا
عجب دربارِ گوہر بار ہے دربار صابرؒ کا
لگا ہے جس کے اِک تیرِ جگر افگار صابرؒ کا
وہی دینگے تو پائے گا شفا بیمار صابرؒ کا
میں قطب الدّین کے مے خانے کی تلچھٹ ہی پی لونگا
فریدالدّینؒ کا صدقہ رہوں سرشار صابرؒ کا
ہزاروں جنّتیں ہیں خاکِ کلیر پر فدا کردوں

کہ راہِ خلد ہے مجھ کو رہِ پرخار صابؔر کا

وہ جنت کی شرابوں کی طلب رکھتا نہیں ہرگز

جو پی کر ایک جرعہ ہو چکا سرشار صابؔر کا

معین الدّین کا صدقہ مجھے کچھ بھیک مل جائے

کہ میں بھی ایک ہوں ادنےٰ سگِ دربار صابؔر کا

مجھے دونوں جہاں کی اُلجھنیں اُلجھا نہیں سکتیں

میرے دل میں بسا ہے گیسوئے خمدار صابؔر کا

یہی طوقِ غلامی حشر میں مجھ کو بچا لے گا

مجھے کیا ڈر ہے میں ہوں غاشیہ بردار صابؔر کا

اُسے تاریکیِ مرقد کا ڈر اور خوفِ محشر کیا

کہ حیرتؔ ہے ازل سے آئینہ بردار صابؔر کا

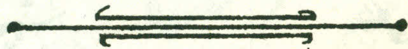


نورِ خالق کا درخشاں ہے ستارا انسان

رازِ قدرت کا ازل سے ہے سہارا انسان

سوزِ فطرت کو نہاں کر لے محبت ہو کر

جلوۂ حق بھی پکارے مرا پیارا انسان



اپنی صُورت پہ تجھے حق نے کیا تھا پیدا

تو وہ ہے جسکو ملائک نے کیا تھا سجدا

اپنی پستی کی ضلالت کا تو احساس تو کر

حق کا بندہ نہ ہُوا ہو گیا زر کا بندا

نقش قدرت کا درخشندہ نشاں ہے عورت
تیر جس کا نہ خطا ہو وہ کماں ہے عورت

لاکھ فطرت کی ہوں رعنائیاں اس پر صدقے
پھر بھی دیکھو تو خدا کی کیسی یہ ماں ہے عورت



حقؔ

دلِ خراب

کسی نے رُوئے منوّر جو بے نقاب کیا — تو آفتابِ قیامت کو لاجواب کیا
تیری نگاہ نے دل کا جو انتخاب کیا — کرم کیا کہ مجھے خانماں خراب کیا
ہزار شکر کہ سجدے کئے وہیں دل نے — کہیں جو اُس نے ہمیں موردِ عتاب کیا
جو کوئی غیر بھی ہوتا تو میں سنبھل جاتا — یہاں تو اپنے ہی دل نے مجھے خراب کیا

جبھی بنا ہے وہ آئینہ تیری حیرت کا
خرابِ حال کو تو نے جو کامیاب کیا

مِری اب زندگی کو ٹھوکریں کھانا نہیں آتا
وہ مجبورِ تمنّا ہوں کہ مرجانا نہیں آتا
تمہاری بزم میں آکر مجھے جانا نہیں آتا
حواس و ہوش کھو کر دل کو سمجھانا نہیں آتا
یہ دنیا اپنی دنیا ہے ہمیں تو اِس کے مالک ہیں
کسی بیگانے گھر میں کوئی بیگانا نہیں آتا
ترے مستوں کو ساقی شورِ محشر کیا اٹھائیگا
یہ وہ ہیں جن کو پی کر ہوش میں آنا نہیں آتا
ہزاروں بار مل جاتی ہیں چیزیں سینکڑوں کھو کر
میں وہ کھویا ہوں مجھ کو آپ میں آنا نہیں آتا
ازل سے ہوں ابد تک ہوں فنا کیسی بقا کیسی
مجھے آنا نہیں آتا ۔ مجھے جانا نہیں آتا
تری حیرانیوں میں قصّہ کو نہ ختم ہو جاؤں
مری حیرت کو کوئی اور افسانا نہیں آتا

ذرا میرے دل کا مجھے راز دینا
اِسی ساز میں اپنی آواز دینا
مجھے زندگی کا سرّی راز دینا
وہی پہلی نظروں کا اعجاز دینا

نئی ایک نغموں کی دُنیا بساؤں
مجھے سوز دینا انہیں ساز دینا
کبھی جو ازل میں سُنائی تھی پہلے
محبت بھری پھر وہ آواز دینا

جو ہے شاخِ سدرہ مرا آشیانہ
تو پروازِ شاہین و شہباز دینا
غضب ہے پھنسا کر کسی کو قفس میں
پھر اُس کو تمنائے پرواز دینا
زمانے کی جرأت کو چمکانے والا
وہی آئنہ آئنہ ساز دینا

کیوں سینہ میں پنہاں نہ ہو آزار تمہارا
اچھا ہے اِسی سے تو یہ بیمار تمہارا
ہے غم میں ہی مسرور یہ غمخوار تمہارا
سوتا ہی نہیں تم میں بیدار تمہارا
آیا ہے ازل ہی سے جو ہشیار تمہارا

دیوانے کو گزرے ہوئے افسانے سے اب کیا
بستی سے غرض کیا مجھے ویرانے سے اب کیا
کعبہ سے غرض کیا مجھے بتخانے سے اب کیا
میں سب سے الگ ہوں مجھے اٹھ جانے سے اب کیا
کافر میں تمہارا ہوں تو دیندار تمہارا

عاجز ہوئے سب وید تو حیران اطبّا
کہتے ہیں کہ ہوگا نہ کبھی اب تو وہ اچھا
جز آپ کے در کے ہے کہاں اُس کا ٹھکانا
ہو جائے بس اِک چشمِ کرم آپ کی شاہا!
اب جائے کہاں اُٹھ کے یہ بیمار تمہارا

مستی بھری آنکھوں سے ہُوا ایسا وہ بیہوش
پھرتا ہے دبائے ہوئے میخانہ در آغوش
وہ جیتے جی رہتا ہے زمانے میں کفن پوش
بے لاگ ہُوا جاتا ہے عالم سے وہ بے دوش
ہے حیرتِ حیران جو سرشار تمہارا

جذبِ حسن

میں اپنی بے بسی کو اُن پہ قرباں کر کے چھوڑونگا
یہ اپنے درد کا میں اب تو درماں کر کے چھوڑونگا

یہی گر جوشِ وحدت ہے، تو اِک دن دیکھیگی دُنیا
میں اپنی خانہ ویرانی کا ساماں کر کے چھوڑونگا

میں اُنکے حسن میں خود جذب ہو جاؤنگا مٹ مٹ کر
میں حسن و عشق کے جلووں کو یکساں کر کے چھوڑونگا

اگر یونہی رہی دستِ جنوں کی چیرہ سامانی
تو ہر تارِ رگِ جاں کو گریباں کر کے چھوڑونگا

انہیں ضد ہے کہ حیرت کا تماشہ ہم بھی دیکھینگے
اگر ایسا ہے میں بھی اُنکو حیراں کر کے چھوڑونگا



بے بسی کی جان ہے لطفِ کریمانا ترا
ایک دم میں ہو گیا بیمارِ غم اچھا ترا

دل میں ہے جلوہ فگن یوں حسنِ جانانہ ترا
ہے یہی روزِ ازل سے جیسے گہوارا ترا

تیرے اپنے دل میں پنہاں ہے اگر جذبا ترا
ذرّہ ذرّہ عالمِ امکاں کا ہے شیدا ترا

اے مری جاں تو ہی تو ہے زندگی کی آرزو
آرزو کی زندگی ہے جانِ جاں جلوا ترا

دھجیاں دل کی یہاں آنکھوں کے پردے کچھ وہاں
سج رہا ہے کس طرح سے دامنِ صحرا ترا

سرزمینِ دل میں دونوں ایک ہو کر مل گئے
درد کا دریا مرا اور حسن کا دریا ترا

کیوں نہ ٹھنڈا ہو کہ اس کو تابِ سرتابی نہیں
آفتابِ حشر نوری دیکھ کر چہرا ترا

ہیں تری قدرت کے صدقے اس سمائی کے نثار
کتنی حیرت ہے کہ دل ہے آئینہ خانا ترا



آباد بے سروسامانی

دلِ خوشی میں بھی بہر رنگ پریشان رہا
گھر بہ آبادی میں بھی بے سروسامان رہا

اُن کے آنے سے یہ گھر رہتا تھا رشکِ جنت
گھر یہ اب گھر نہ رہا اجڑا بیابان رہا

اب وہ آتے بھی نہیں دل سے وہ جاتے بھی نہیں
گھر میں رونق بھی رہی پھر بھی یہ ویران رہا

دم میں دم کیا رہے جب تو مجھے دم دے کے گیا
جان کیا جان رہی تو ہی جو انجان رہا

حیرتِ دید کا حیران رہا جس کیلئے دِل
روئے روشن کا اسی کے مجھے ارمان رہا

گیسو و عارض

آپ کا حسن اور میری تمنا — ذرہ میں مہر اور قطرے میں دریا
شادی و ماتم نغمہ و نوحہ — حرکتیں دو ہیں ایک ہے جذبا
آپ جدا ہیں میں نہ الگ ہوں — آئینہ میں ہوں آپ ہی جلوا
گیسوئے پُرخم عارضِ پُرنم — ہستیِ عالم دونوں کا نقشا
آپ کے ہاتھوں مرنا نہ کیوں ہو — آپ کے ہاتھوں مرنا ہے جینا

روئے منور حیرتِ عالم
اور وہ نگاہیں آئینہ خانا

میری داستان

مضطرب میری جان ہے گویا　　خامشی میں زبان ہے گویا

دیکھیں مقتل میں کون بڑھتا ہے　　میں ہوں اور اِک جہان ہے گویا

ذرّہ ذرّہ ہے غیرتِ خورشید　　یہ زمیں آسمان ہے گویا

کِھلنا پھولوں کا اور مُرجھانا　　یہ مِری داستان ہے گویا

ہاتھ کانوں پہ سُن کے دھرتے ہیں　　بانگِ عاشق اذان ہے گویا

خامشی میری عرضِ حال ہوئی　　بے زبانی زبان ہے گویا

شعرِ حیرت فزائے عالم ہیں
سب کا اِن میں بیان ہے گویا

انتخابِ جمال نے مارا　　جلوۂ خال خال نے مارا

رحمتِ بے مثال نے مارا　　دولتِ لازوال نے مارا

مجھ کو اپنے ہی حالِ دل کی قسم　　مجھ کو اپنے ہی حال نے مارا

میٹھی باتوں سے لے لیا دِل کو　　ایک شیریں مقال نے مارا

بے کمالی مِری کمال ہوئی　　مجھ کو ایسے کمال نے مارا

لوگ مرتے ہیں ہجر کے مارے　　مجھ کو ان کے وصال نے مارا

پھنس کے حیرانیوں میں خود حیرت
مجھ کو اپنے خیال نے مارا

پھر نیچی نگاہوں کا اک وار کیا ہوتا
پھر جینا مجھے دم بھر دشوار کیا ہوتا
ہاں طور نہیں یونہی دیدار دیا ہوتا
ہر ذرّۂ بینا کو بیدار کیا ہوتا
شعلے ہی بھڑک اٹھتے ہیں سوز سے جل جاتا
سینہ مرا صد رشکِ گلزار کیا ہوتا
کن سینہ فگاروں کا جمگھٹ ہے ترے در پر
دلچسپ تماشہ تھا دیدار کیا ہوتا
حیران تمنّا کو سرشار بنا دیتے
حیرت زدہ عاشق کو بیدار کیا ہوتا

مخمس نعتیہ

مری جانِ پُر غم فدائے محمدؐ
مری آنکھ محوِ لقائے محمدؐ
زمیں آسماں ہیں برائے محمدؐ
جو عرشِ معلّیٰ ہے جائے محمدؐ
مرا دِل بھی ہے خاکِ پائے محمدؐ

عجب شانِ قدرت عجب ہیں کرشمے
کوئی ان کو دیکھے تو کس طرح دیکھے
ہوئے جمع یکجا تھے دو نور ایسے
نظر آئے اُن میں جو اپنے ہی جلوے
تو خالق کو بھائی ادائے محمدؐ

دلِ بے نوا ہے جہانِ محبّت
ہے محبوب بھی کون؟ فخرِ رسالت
الٰہی بس اتنی رہے مجھ پہ رحمت
وہ روئے منوّر ہو اور میری حیرت
رہوں تا قیامت فدائے محمدؐ



یہ چادر رسولِ خُدا کی ہے چادر
یہ فضل و کرم کی عطا کی ہے چادر
یہ مولا علیؑ کی وِلا کی ہے چادر
یہ دو جگ کے مُشکل کشا کی ہے چادر
اسے سیّدہ فاطمہؓ نے بھی اوڑھا
حقیقت میں نُورِ خدا کی ہے چادر
حسینؑ ابنِ حیدرؓ کے خون میں رنگی ہے
مصیبت کی کرب و بلا کی ہے چادر
غلاموں کے دُکھ درد سب ڈھانپ لیگی
یہ سرکار غوثؒ الورا کی ہے چادر

اُٹھو چشتیو اِس کو سر پر اُٹھاؤ
یہ خواجہ معینؒ کی رضا کی ہے چادر

مِرے سر پہ صابرؒ کا سایہ رہے گا
جو سر پر مِرے پیشوا کی ہے چادر

مِرا نظمِ ہستی نہ بکھرا نہ بکھرے
کہ سر پہ نظامؒ الہدا کی ہے چادر

یہی دامنِ پنجتن رضؓ ہے یہی تو
مِرے وارثؒ دوسرا کی ہے چادر

نہاں اِس میں جلوے ہیں کونین کے سب
مِرے بیدمؒ خوش ادا کی ہے چادر

یہ چادر کی چادر ہے حیرتؔ کی حیرت
کہ اُس نورِ حیرت نما کی ہے چادر

داغِ تمنا

دِل میں جو رہتے تھے اُمید کی دُنیا ہوکر
وہ چلے جاتے ہیں کیوں داغِ تمنّا ہوکر

میرا گھر گھر نہیں تم بن یہ سیہ خانہ ہے
اب سیہ خانے میں آجاؤ اُجالا ہوکر

خود بتا دیجیے یہ دن کس کے سہارے پہ کٹیں
آپ جب چھوڑ گئے دل کا سہارا ہوکر

کشتیِ عمر مِری غم کے ہے طوفاں میں گھِری
کھینچ لو اب اسے دریا کا کنارا ہوکر

ہوش اُڑے جاتے ہیں فرقت میں برنگِ حیرتؔ
دِل کو آئینہ بنا برقِ تجلّے ہوکر



تو رازِ حسن کو عالم میں بے نقاب نہ کر
اور آبروئے محبت کو جوئے آب نہ کر
نہ کر تو زندگی یوں وقفِ اضطراب نہ کر
تو اپنی موجِ تخیل کو موجِ آب نہ کر
خرابِ حال کو اب اور بھی خراب نہ کر
ہٹے ہوؤں سے تو اے جان اجتناب نہ کر
ہزار پردوں سے چھن چھن کے یہ تو پھیلے گا
تو اپنے حسن کو شرمندۂ نقاب نہ کر
وہ اُٹھی کالی گھٹا ساقیا پلا سب کو
اب ایسے میں کوئی رندوں کا انتخاب نہ کر

قسم ہے تجھ کو جوانی کے مست جلووں کی
کہ چشمِ شوق کو سرچشمۂ شراب نہ کر
وہ چڑھ کے گرتا ہے گر کے غروب ہوتا ہے
تو اپنا سوزِ دروں سوزِ آفتاب نہ کر
تو اپنی وضعِ ندامت پہ زندگی کو گذار
اب این و آں میں کوئی اور انتخاب نہ کر
یہ بے حساب ہیں لیکن ترے کرم کے نثار
مرے گناہوں کا مولا مرے حساب نہ کر
ازل سے گم ہے وہ حیرت میں تیری جانِ جہاں
وہ تجھ پہ صدقے تو حیرت سے اب حجاب نہ کر



ترے جلوؤں کا نظارہ کروں تیری رضا ہو کر
بقا کی شکل ہو جاؤنگا پھر تجھ میں فنا ہو کر

ترے تیرِ نظر آئے میرے دل میں بقا ہو کر
گزر جائے گی اب تو زندگی عمرِ قضا ہو کر

تمہارے غم میں مر مٹنا حیاتِ جاودانی ہے
رہوں گا تا ابد زندہ غرض تم پر فدا ہو کر

میں تم سے مانگتا ہوں تم کہ محبوبِ الٰہی ہو
کہاں جاؤں کہاں جاؤں میں اس در کا گدا ہو کر

اسے بھی حضرتِ گنجؒ شکر کا واسطہ سُنئے
بھری فریاد آئی ہے صدائے بے صدا ہو کر

اسے بھی اپنی محبوبی کے صدقے میں جِلا دیجے
کہ حیرتؔ میری حیرت ہے تمہارا آئنا ہو کر



تیرے بغیر

مضطرب زندگی ہے تیرے بغیر — جان پر بن رہی ہے تیرے بغیر
آ کہ تجھ پر نثار ہو جاؤں — زندگی ہٹ رہی ہے تیرے بغیر
ہلکا ہلکا سا درد رہتا ہے — دل پہ بھاری بنی ہے تیرے بغیر
کون حاجت روائے عالم ہے — کسکی بگڑی بنی ہے تیرے بغیر
میری مشکل بھی اب تو آساں ہو — سخت مشکل پڑی ہے تیرے بغیر
تو میری جان ہو کے جب ہے جدا — یہ کوئی زندگی ہے تیرے بغیر

تیرا حیرتؔ ہوں تیرا حیران ہوں
موت اب زندگی ہے تیرے بغیر

میں جاؤں آنکھوں کے بل کس لئے نہ سوئے حجاز

وہ سرزمین ہے تخلیقِ کائنات کا راز

امان پائیگا میرا وہیں پہ ذوقِ سجود

کہ وہ جگہ ہے ملائک کی سجدہ گاہِ نیاز

ہر ایک ذرہ وہاں کا ہے بے نیازِ عروج

مٹے ہیں اُس جگہ عالم کے سب نشیب و فراز

ہے آپ کے ہی تصرّف میں نظمِ آمد و شد

ہے جنبشِ لبِ اعجاز ہی حیات کا راز

ہزار جان سے اُس رہ پہ میری جان نثار

یہی ہے میری عبادت یہی ہے میری نماز

تباہ و خستہ ہیں آقا حضور کے یہ غلام

کرم کی اب تو نظر اُن پہ بھی ہو بندہ نواز

اِسی لئے تو میں حیرت میں مست رہتا ہوں

وہی ہیں آئنہ میرا وہی ہیں آئنہ ساز



پلٹتا نہیں اُن پر آیا ہوا دِل — بنے کیونکر اپنا پرایا ہوا دل

کبھی لہلہاتا ہے پامال سبزہ — اُبھرتا نہیں ہے بٹھایا ہوا دِل

نہیں وہ تو مٹ کر بھی زندہ رہیگا — تمہاری نظر کا مٹایا ہوا دِل

بلائیں وہ ہاتھوں کی لیگا لہو سے — حنا میں بسا کر لگایا ہوا دِل

زمانے پہ چھائے نہ کیوں بنکے حیرت

تمہاری نظر میں سمایا ہوا دِل

ہوئے آزاد اب قیدِ مکان و لامکاں سے ہم
کہیں بھی جا نہیں سکتے کسی کے آستاں سے ہم

قفس سے چھوٹ کر صیّاد جائیں تو کہاں جائیں
کہ ناواقف چمن میں ہیں نشانِ آشیاں سے ہم

تمہارے مرمٹوں کو اب زمانہ کیا اُٹھائے گا
کہاں جائینگے اُٹھ کر اب تمہارے آستاں سے ہم

خدا کو عقل سے پہچانا تم کو آنکھ سے دیکھا
کہیں اس سے زیادہ اور کیا اپنی زباں سے ہم

رہو دلشاد دنیا میں۔ رہیں ناشاد عالم میں
نصیبِ دوستاں سے تم نصیبِ دشمناں سے ہم

یہ دن بھی دیکھنا تقدیر میں لکھا تھا اے ہمدم
قفس کو جا رہے ہیں اب نکلکر آشیاں سے ہم

نشانِ سجدۂ پیہم جبیں سے مٹ نہیں سکتا
یہ تحفے لائے ہیں حیرت کسی کے آستاں سے ہم



وارثؒ پہ ہوئے جاتے ہیں قربان ہزاروں — اور زندہ ہوئے جاتے ہیں بیجان ہزاروں
سجدے جو وہاں کرتے ہیں انسان ہزاروں — گمراہ وہاں پاتے ہیں ایمان ہزاروں
اے شمعِ ازل آپ کے انوار پہ مٹ کر — پروانے وہاں چڑھتے ہیں پروان ہزاروں
کھو بیٹھے وہاں عقل و خرد سینکڑوں دانا — اور پا گئے سب کچھ وہاں نادان ہزاروں

حیرت ہی اکیلا نہیں کچھ آپکا حیراں
حیرت سے وہاں پھرتے ہیں حیران ہزاروں

شامِ زندگی

پاؤں نہ دور دور بھی اپنی خبر کو میں
پھر ڈھونڈتا ہوں آپکی پہلی نظر کو میں

اِک اِک نگہ میں سینکڑوں تیروں کے وار ہیں
رکھوں کہاں سنبھال کے قلب و جگر کو میں

ایسے گئے کہ زندگی کی شام ہو گئی
لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے گذری سحر کو میں

مدت میں جلوہ گر ہوئے بالائے بام وہ
اِس چاند کو میں دیکھوں کہ دیکھوں قمر کو میں

جب سے نگاہِ یار نے کیا جانے کیا کیا
حیراں ہوں اب کہاں رہوں جاؤں کدھر کو میں

آنکھوں کو فرشِ راہ کئے جا رہا ہوں میں
اور دِل کو جلوہ گاہ کئے جا رہا ہوں میں

سینے میں دفن آہ کئے جا رہا ہوں میں
پُر نور اپنی راہ کئے جا رہا ہوں میں

پھر اُن سے رسم و راہ کئے جا رہا ہوں میں
اور زندگی تباہ کئے جا رہا ہوں میں

تیرے بغیر زندہ ہوں کیا لذّتِ حیات
بے کیف سا گناہ کئے جا رہا ہوں میں

رحمت کو تیری بھول کے ہوں بے گناہ میں
کتنا بڑا گناہ کئے جا رہا ہوں میں

مر کے بھی تیرے عشق میں پھر مر نہیں سکا
زندہ ہوں کیا گناہ کئے جا رہا ہوں میں

مستی بھری نگاہ نے حیران کر دیا
جب سے وہی نگاہ کئے جا رہا ہوں میں

عطائے نظر

پردیس سے مطلب ہے، نہ کچھ کام ہے گھر میں
دُنیا مِری آباد ہے بس اُن کی نظر میں

ذرّوں میں کبھی دیکھا کبھی شمس و قمر میں
وہ حسنِ ازل بس گیا کچھ ایسا نظر میں

کچھ زورِ تمنّا میں نہ کچھ جذب نظر میں
ایثار دعاؤں میں نہ کچھ رنگ اثر میں

تو بھی تو اُسی جوشِ محبّت میں انہیں دیکھ
اب تک وہی جلوے ہیں نہاں اُن کی نظر میں

نیرنگیِ قدرت کی یہ ہمرنگی تو دیکھو
رنگین ہے دُنیا مِری رنگین نظر میں

ہاں ہاں تری منزل تو ہے ادراک سے آگے
کیوں لپٹا ہے اَبتک تو یہیں زیر و زبر میں

میں آپ کا ہوں مجھ کو محبّت سے جو دیکھو
بیگانہ ہوں میں آپ کی بیگانہ نظر میں

اِس عالمِ حیرت کا تماشہ ہو تو کیونکر
پنہاں ہے جو عالم میری حیران نظر میں

تصویرِ تقدیر

تصویرِ محبت میں فضاؤں کو بنا دوں
سجدوں سے ترے کوچہ کا ہر ذرّہ بسا دوں
میں اپنی جبیں در پہ ترے ایسی جھکا دوں
بگڑی ہوئی تقدیر زمانے کی بنا دوں
میں دولتِ کونین بھی تجھ پر سے لٹا دوں
اور ہستیِ نایاب تری رہ میں مٹا دوں
میں بلبل و قمری کی صداؤں کو بھلا کر
اِک نغمہ تو کیا ہے تجھے سو نغمے سُنا دوں

اِک غمزۂ تُرکانہ سے جو مجھ کو مٹا دے
میں مر کے بھی اُس شوخ کو جینے کی دُعا دوں
جس درد سے عالم کا ہر اِک ذرّہ ہے معمور
اِس درد کو اپنے دلِ محزوں میں چھپا لوں
تو سُننے پہ آئے تو مرے بھولنے والے
فرقت کی کہانی تجھے نغموں میں سُنا دوں
یہ زورِ سخن ہے کہ تحیّر کی روانی
حیرت سے ہر اِک دل کو میں آئینہ بنا دوں



امیرِ صادق غریبِ مخلص فقیرِ محبوب نام خسروؒ

ولائے دیں کا پیام خسروؒ نظامِ حق کا نظام خسروؒ

جو ناظمِ حق نظامِ دیں تھے تو منظرِ انتظام خسروؒ

تھے روحِ حق الکلام حضرت کلیم روح الکلام خسروؒ

مراد مندوں کا نور تم ہو ہزاروں تم پر سلام خسروؒ

ہوئے ہیں شاہ و گدا ہزاروں تمہارے در کے غلام خسروؒ

تمہارے سوزِ دروں کے جلوے نگاہِ مرشد میں جلوہ گر تھے

عطا ہو تشنہ لبوں کو اپنے اسی محبت کا جام خسروؒ

پڑے ہیں در پر تمہارے بے بس غریب لاکھوں ہزاروں بیکس

ستم زدوں کا ہو تم سہارا انہیں سے ہے اب تو کام خسروؒ

وہ حیرتِ چشمِ مست و حیراں کہ جس سے سنبھلا نظامِ دوراں

اُسی میں حیرت لیے ہے پریشاں ہی، دُھن صبح و شام خسروؒ

اپنی ہستی نے رکھا آپ سے پنہاں مجھ کو

اُن کے جلووں نے کیا مجھ پہ نمایاں مجھ کو

مار کے زندہ کیا تو نے مری جاں مجھ کو

اُٹھنے دے گا نہ کبھی یہ ترا احساں مجھ کو

مرتے مرتے بھی رہا آپ کا ارماں مجھ کو

چلتے دم خوب ملا حشر کا ساماں مجھ کو

رُخِ روشن نے کیا آپ کے حیراں مجھ کو

ذرّہ ذرّہ میں نظر آیا چراغاں مجھ کو

کیا کرشمے ہیں مری تازگیِ وحشت کے

روز ملتے ہیں نئے دشت و بیاباں مجھ کو

اک چکا چوند ہوئی آئے بھی در چل بھی دئے

وہ ملے بھی تو ملے برق بداماں مجھ کو

حسن آئینہ ہوا عشق کی حیرت نہ گئی

ان کی حیرت نے کبھی چھوڑا نہ حیراں مجھ کو

(خمسہ)

سُناؤں قدرتی اُلفت کا تم کو افسانہ
کھلا شرابِ حقیقت کا جبکہ میخانہ
جمائی قدسیوں نے آکے بزمِ رندانہ
ہزار شوق سے جس نے پیا وہ پیمانہ
بلالؓ تھا وہ محمدؐ کا ایک مستانہ

زباں سے اُن کا بیاں ہو سکیگا کیا قطعاً
وہ ٹھاٹھیں بھرتا ہوا عشق کا تھا اِک دریا
اُٹھائے صدموں پہ صدمے مگر خموش رہا
مصیبتوں میں رہا مست حال بے پروا
وہ گویا جان سے آیا تھا ہو کے بیگانہ

یہودیوں نے عجب اُن پہ ظلم ڈھائے تھے
وہ ان کو جلتی ہوئی ریت پر لٹاتے تھے
وہ سیخیں لوہے کی سینے پہ گرم رکھتے تھے
ہزار جان نکل جائے وہ یہ کہتے تھے
کہ میری جانِ حزیں ہے نبیؐ کا نذرانہ

کہیں جو حضرتِ صدّیقؓ اِس طرف آئے
تو دیکھا سُرخ تھے سب زخم خون سے اُنکے
مگر زباں سے یہ کلمہ نبیؐ کا پڑھتے تھے
وہیں چھڑایا یہودی سے اُن کو حضرت نے
چُکا کے سودا دیا اُس کو تھوڑا بیعانہ

پھر اُن کو لائے حضورِ نبیِ کون و مکان
کہ جن پہ مرتا تھا سو جان سے عاشقِ بیجاں
لگایا زخموں پہ حضرت نے جب لعابِ دہاں
تو زخم بھر گئے جن سے ہُوا تھا خون رواں
کھُلا تھا رحمتِ عالم کا یہ شفا خانہ

اُدھر خدا کے تھے روح الامیں پیام رساں
وہی پیام سُناتے تھے ان کو شاہِ جہاں
یہ اُس پیام کو خلقت میں جا کے کرتے بیاں
نبیؐ خدا کی زباں تھے تو یہ نبیؐ کی زباں
وہ حق سے آئے منادی کا لے کے پروانہ

جو آئی جوش پہ دونوں جہان کی رحمت
تو بھر دی سینے میں کون و مکان کی دولت
سُنی جو ان کی صدا میں عجیب سی رقت
سپرد ہو گئی اُن کے اذان کی خدمت
فضا میں گونجی پھر ان کی اذانِ مستانہ

وہ اپنی قدرتی لکنت کے جو شکار ہوئے
غلط زباں کی شکایت کے اُن پہ وار ہوئے
اذان چھوٹنے پر ایسے بیقرار ہوئے
کرشمے قدرتِ حق کے یہ آشکار ہوئے
جو اُن کی عرش پہ پہنچی صدائے مستانہ

صدا یہ آئی کہ اے تاجدارِ خستہ دلاں
اذان دے گا نہ جبتک بلالؓ پاک ہاں
نکلنے دیگا نہ سورج کو ربِ کون و مکاں
بلایا اُن کو جو حضرتِ نبی نے آکے دیں وہ اذاں
تو بیٹھا حجرے میں روتا تھا حق کا دیوانہ

ہے خستہ حال ہمارا تباہ ہے حالت
ہے پائمال زمانے میں اب بھی یہ امّت
اذاں کی آپ کی محتاج اب بھی ہے خلقت
کہاں یہ حیرتِ حیراں کہاں تری مدحت
قبول ہو شہا حیرت زدہ کا نذرانہ

نعتیہ گیت

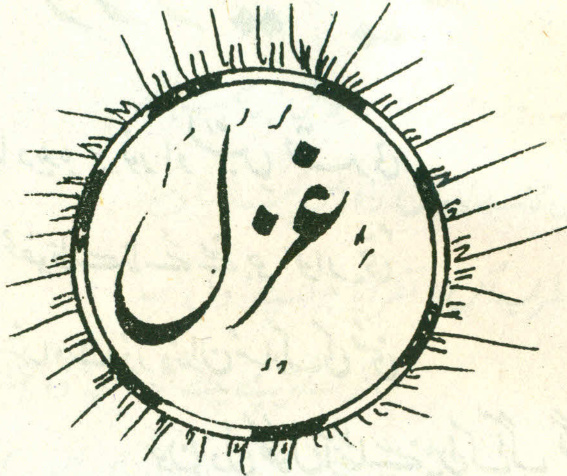
اے شاہِ عرب کشتی مری پار لگا دے
آ غم سے چھڑا دے

صدقے ہوا اللہ ترے حسن پہ شاہا
پیدا ہوئی تیرے ہی تصدّق میں جو دُنیا
مجھ کو اُسی دنیا ہی میں اے شاہ بسا دے
پھر بگڑی بنا دے
آ غم سے چھڑا دے

بوبکرؓ و عمرؓ حضرتِ عثمانؓ کا صدقہ
اور مولا علیؓ اُس شہِ ذیشان کا صدقہ
حیرانِ غمِ ہجر کی حیرت کو مٹا دے
دارُوئے شفا دے
آ غم سے چھڑا دے



رحمت نبی کی چھا گئی ۔ بخشش کا مینہ برسا گئی
آگئی لو آگئی ——— رحمت نبی کی چھا گئی
کھل گئے جنت کے باغ ۔ ٹھنڈے ہوئے سینے کے داغ
ہنسنے لگے روتے ہوئے ۔ اُٹھ بیٹھے سب سوتے ہوئے
وہ حُور و غلماں آتے ہیں ۔ اور وجد میں سب گاتے ہیں
امت نبی کی آگئی ۔ لو آگئی ۔ رحمت نبی کی چھاگئی
جن کے لئے حیران تھے ۔ بیتاب تھے بے جان تھے
جن کے لئے روتے تھے ہم ۔ جاں ہجر میں کھوتے تھے ہم
صورت پھر ان کی دیکھ لی ۔ بگڑی ہوئی سب بن گئی
حیرتؔ دلوں پہ چھا گئی ۔ لو آگئی ۔ رحمت نبی کی چھاگئی



عاشق نورِ نبیؐ خواجہ اویسؓ قرنی — مرحبا لائے جو سینے میں جمالِ ازلی
مر مٹے حسن پہ انہیں دیکھا نہ اک آنکھ کبھی — انکو اللہ سے لیے دیکھے ملی دیدہ وری
بدلے اک دانت کے سب دانت کیئے دم میں شہید — جاں نثاری بھی انہیں حقیقت میں قدرت سے ملی
ہم بھی عاجز ہیں ترے بے بس و مسکیں شاہا — ہم پہ بھی ایک نظر لطف کی اے حق کے ولی
اسکی بھی زندگی اب ایک ٹھکانے لگ جائے
آپ کا حیرتؔ حیراں ہے غلامِ ازلی

نوراویسیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

مرحبا دیدہ پرنورِ اویسِ قرنی
لوحِ محفوظ سے لائے تھے جو انوارِ نبیؐ
جب شہادت دُرِ دندانِ مُبارک کی سُنی
خونِ دل کھول اُٹھا سینے میں اک آگ لگی
کردیئے دم میں شہید آپ نے بھی دانت سبھی

روزِ میثاق ہی چمکا جو نبیؐ کا جلوہ
ہوگئے دونوں ہی آپس میں وہیں سے آگاہ
آکے دیکھا نہ کبھی دنیا میں پائی وہ نگاہ
آپ کے عشق کے سرکارِ دوعالم ہیں گواہ
آپ عشاق کے سرتاج ہیں اللہ غنی

ایک دن چلدیئے وہ جوش میں سمت بطحٰے
نیل گائے کو وہاں راہ میں پیاسا دیکھا
اضطراب اُس کا نظر آیا جو اپنے دل سا
اُس کے پیچھے چلے اِک سوز کی لیکر دُنیا
لے چلی جانے کہاں اُن کو کلیجے کی لگی

وہ تڑپتی ہوئی پہنچی جونہی پانی کے قریب
بجھ گئی پیاس ہوئی سینے کی ٹھنڈک جو نصیب
بس پلٹ آیا وہیں سے وہ جواں مردِ عجیب
دل میں رکھے ہوئے بیتابیٔ دیدارِ حبیب
کہیں بجھ جائے نہ اِسطرح مرے دل کی لگی

آخر اِک دن ہُوا اک ایسا کرشمہ ظاہر
بے خودی آپ کی لے پہنچی درِ اقدس پر
دیکھا تشریف نہیں رکھتے ہیں گھر پر سَرور
سیّدہ فاطمہؓ بولیں ہے کہاں آپ کا گھر
آپ تشریف رکھیں آئینگے ابّا جی ابھی

بولے یا سیّدہؓ کیا بیٹھے یہ فرقت کا شکار
اپنے ابّا سے نہ کہنا یہ مری حالتِ زار
قلبِ نازک کو کوئی صدمہ نہ ہوئے زنہار
اُن کے کندھوں پہ ازل سے ہے شفاعت کا جو بار
مجھ پہ سب آن پڑے جیسی بھی ہو اُن پہ پڑی

چلدیئے آپ تو گھر پہنچے شہِ کون و مکاں
دیکھا خوشبو ہے نئی گھر میں ہے، کچھ اور سماں
پوچھا بیٹی سے یہاں آیا تھا کوئی مہماں
کیسی صورت تھی مجھے جلد بتا اے مری جاں
آتی ہے عالمِ ارواح کی خوشبُو بھینی

سیّدہ بولیں میں کیا اُن کا بتاؤں نقشہ
اُن کی ہیبت سے لرز اُٹھی تھی میں تو ابّا
بال بکھرے ہوئے اور جسم ہوا تھا کانٹا
اور آنکھوں میں نظر آتی تھی قدرت کی ضیا
باتیں کرتے ہوئے پھولوں کی لگی جیسے جھڑی

بولے حضرت کہ اویسؓ آیا تھا اور چل بھی دیا
روزِ اوّل مرے جلووں کی ملی جس کو ضیا
کس طرح آیا تھا کس چال سے وہ آ کے گیا
اب مری لاڈلی بیٹی تو مجھے چل کے دکھا
اب کہاں مجھ کو ملیگا وہ مرا حق کا ولی

بولے حیدرؓ سے نبیؐ جب مرا دم ہو آخر
کرتہ لے جانا مرا سوئے اویسِؓ دلبر
اس کو پہنائیں انہیں آپ بھی ہوں اور عمرؓ
جامۂ خاصِ نبوت کی امانت لے کر
چل دئے سوئے قرن حضرتِ فاروقؓ و علیؓ

کرتہ پہنا تو گرے سجدے میں وہ بہرِ دعا
بخش دے امّتِ محبوب کو تو میرے خدا
دین و دنیا کی انہیں برکتیں ساری ہوں عطا
ان کے ہر کام میں حاصل ہے سدا تیری رضا
آپ کے فیض سے امت کی ہر اک بات بنی

اس کو کیوں ہوگا کوئی خوفِ قیامت دل میں
موت کے وقت رہے آپ کی الفت دل میں
مثلِ آئینہ رہے آپ کی صورت دل میں
حیرتؔ دید کی لیجائے نہ حسرت دل میں
اپنے حیرتؔ کو دکھا دیجئے دیدار کبھی

انوارِ حق عیاں ہیں خواجہ کے آستاں سے
اُس بے نشاں کو پایا ہیں نے اِسی نشاں سے

روشن ہے کل زمانہ جس حسنِ ضوفشاں سے
حسنِ معین دیں ہے چمکا جو لامکاں سے

خواجہ کی برکتوں سے خواجہ کی رحمتوں سے
اجمیر کی وہ گلیاں ملتی ہیں آسماں سے

جود و عطا و بخشش فیضان کے کرم کے
چشمے اُبل رہے ہیں خواجہ کے آستاں سے

بے بس ہوں ناتواں ہوں برباد دو جہاں ہوں
آخر کہاں میں جاؤں اب تیرے آستاں سے

محتاج و بے نوا کی اب لاج ہے تجھی کو
سب کچھ اٹھوں گا لیکر تیرے ہی آستاں سے

تیری تجلیوں میں گم ہو چکا ہے حیرتؔ
پائے نشان اپنا حیرت زدہ کہاں سے

مرے مخدوم محبوبِ الٰہی
نہ رکھ محروم محبوبِ الٰہی

مرا مقسوم محبوبِ الٰہی
مرا مفہوم محبوبِ الٰہی

نبیؐ کی جاں علیؓ کا دل یہی ہیں
سخی معصوم محبوبِ الٰہی

مرا ایمان ہے تجھ کو مرا حال
ہے سب معلوم محبوبِ الٰہی

ترے کوچے میں نقشِ پا کی صورت
رہوں معدوم محبوبِ الٰہی

فریدالدین کا صدقہ اِک نظر ہو
کھلیں مقسوم محبوبِ الٰہی

نظامِ حیرتِ بے نظم حضرت!
نہ ہو منظوم محبوبِ الٰہی

مخمس

عاجزوں پر اپنے مولا اب تو احساں کیجئے
دردمندوں کی دوا عیسیٰ دوراں کیجئے
غم نصیبوں پر کرم کچھ اب تو ایجاں کیجئے
وارثِ مشکل کشا مشکل کو آساں کیجئے
پنجتن کا واسطہ ہر دُکھ کا درماں کیجئے

دل کے داغوں کو مرے رشکِ گلستاں کیجئے
سینۂ تاریک کو پُر نورِ عرفاں کیجئے
گلشنِ ویران کو جانِ بہاراں کیجئے
شامِ غربت کو ہماری صبحِ خنداں کیجئے
اِک جھلک دیجے ہمیں اور اہلِ ایماں کیجئے

ہم نہیں کہتے کہ ہم کو دولتِ دُنیا مِلے
عزت و حرمت مِلے شوکت ملے رتبہ مِلے
آپ کے ہاتھوں ہمیں جو کچھ ملے اچھا مِلے
مِل گیا سب کچھ اگر اِک بھیک کا ٹکڑا ملے
دیجئے اور بے نیازِ دستِ شاہاں کیجئے

ہم بُرے ہیں یا بھلے کہلاتے ہیں اب آپ کے
جینے پہ لاچار ہیں مجبورِ غم ہیں جی رہے
اپنے محتاجوں کو اب للہ نہ یوں ترسائیے
ہاں کرم فرمائیے مولا کرم فرمائیے
ہم گداؤں پر نظر اے شاہِ خوباں کیجئے

اُس کا سر ہے آپکے در پر ہی جھک کر سرفراز
غیر کے آگے وہ کیسے کر سکے دستِ دراز
اُس کو ایسا آئنہ دے اے مرے آئینہ ساز
دوسری حیرانیوں سے دل ہو اُسکا بے نیاز
اپنے حیرت کو فقط اپنا ہی حیراں کیجئے



اپنے جلوؤں کو مری ذات میں پنہاں کر دے
ذرّے ذرّے کو مرے مہرِ درخشاں کر دے
ذوقِ دیدار مری زیست کا ساماں کر دے
میرا ہر تارِ نظر تارِ رگِ جاں کر دے
قلبِ مضطر کو یہاں بھی تو پریشاں کر دے
کاش پامال کوئی گورِ غریباں کر دے
داغہائے دلِ پر سوز نمایاں کر دے
ان کی محفل میں بھی، اب چل کے چراغاں کر دے
پاؤں چھلنی ہوئے لیکن نہیں جاتی وحشت
اب تو تلوؤں میں نہاں کوئی بیاباں کر دے
چاک دامن سے نظر آتے ہیں انوارِ ازل
اے جنوں اب تو مجھے صاحبِ عرفاں کر دے
میری حیرت ترے جلوؤں کیلئے وقف ہے، اب
ہوش میں لا اُسے یا اور بھی حیراں کر دے

اُن کے رُخ سے جو جلوے بکھر جائینگے
سارے عالم کو روشن وہ کر جائینگے

مرنے والے ہیں آخر تو مر جائینگے
نام اُن کا تو دُنیا میں کر جائینگے

تو جفا کر نہ کر ہے تجھے اختیار
ہم وفاؤں پہ اپنی ہی مر جائینگے

آستانہ ترا ہے در اپنی جبیں
اس کو چھوڑیں گے ہم تو کدھر جائینگے

ابنِ حیدرؑ پہ سو جان سے ہیں نثار
نامِ شبیرؑ پر ہم تو مر جائیں گے

درد تیرا ہی ہے زندگی جانِ جاں
تیرے اس درد بن ہم تو مر جائینگے

اپنی حیرت کی اُن کو خبر ہو نہ ہو
ہاں دلوں کو وہ حیران کر جائینگے

دیوانوں کی دُنیا

محفل آباد رہی آپ کے دیوانوں کی
دِل میں اِک بھیڑ رہی مر کے بھی ارمانوں کی

سر ہتھیلی پہ لئے قتل گہِ ناز میں آئیں
عشق رکھتا ہے طلب ایسے ہی دیوانوں کی

حُسن کی شمع ہے روشن تو انہیں کے دم سے
زندگی مٹ نہ سکی مر کے بھی پروانوں کی

ایک ہی جنت ہیں یہ دیوانے ہوئے در سے ترے
اُنکو دیواریں کیا روک سکتیں زندانوں کی

حیرتِ عشق ہوئی سارے جہاں کی حیرت
دنیا حیران رہی آپ کے حیرانوں کی

حجابِ زندگی

حجابِ زندگی اُٹھتے نہیں یُوں ہی اُٹھانے سے
کسی سے دل لگا کر دُور ہو بیٹھو زمانے سے

غرض کیا ہے جہاں سے واسطہ کیا ہے زمانے سے
پڑے ہیں آپ کے در پر لگے ہیں اب ٹھکانے سے

مِری مٹی لگی ہے مدتوں میں اب ٹھکانے سے
کہاں جاؤں گا اُٹھ کر اب تمہارے آستانے سے

کسی کے غم میں مر مٹنا حیاتِ شادمانی ہے
ابد تک نام زندہ ہے کسی کے کام آنے سے

مِری بے تابیوں سے برق لرزاں چرخ سرگرداں
الگ رہتی ہے کوسوں برق میرے آشیانے سے

سُلایا ہے کچھ ایسا تھپکیاں صیّاد نے دیکر
سمجھتے ہیں قفس کو اب تو بہتر آشیانے سے

زبانِ نو اسیرانِ قفس صیّاد کیا سمجھے
نتیجہ کیا ہے رودادِ الم اس کو سُنانے سے

بس اب رہنے بھی دیجے ایسی بھی تیر افگنی کیا ہے
جدھر بھی تیر پھینکا آپ نے بیٹھا نشانے سے

محبت فقر و محبوبی سخن دانی وحق بینی
ملا خسروؒ کو حسن ایسا نظامیؒ آستانے سے

بھنور میں کشتیِ دل کو جہاں دیکھا وہیں پہنچے
ازل سے وہ لگاتے آئے ہیں سبکو ٹھکانے سے

نگاہِ لطف اس جانب بھی محبوبی کے صدقے میں
کہ لگ جائے ہماری کشتیُ دل بھی ٹھکانے سے

مری حیرت کا ہر جلوہ تصدق اُنکے روضہ پر
بنا ہوں نقشِ حیرت میں اُسی آئینہ خانے سے



آتشِ خاموش

(گیت)

مجھے سوز نے پھونکا میں جان سے ہاری
کیسے کیسے جیون غمِ ہجر کی ماری
دیکھا ایک نظر
بھولی اپنی خبر
میرے قلب اور جگر
بن گئے زخم کاری مجھے سوز نے پھونکا
میں جان سے ہاری

نہ تو مجھ سے مِلے

نہ جُدا ہی رہے

نہ کچھ اپنی کہی

نہ سُنی میری زاری — مجھے سوز نے پھونکا

میں جان سے ہاری

اب نہ جا ہی سکوں

نہ بُلا ہی سکوں

نہ مروں نہ جیوں

ہائے رے بیقراری — مجھے سوز نے پھونکا

میں جان سے ہاری

اُن پہ میں مِٹ گئی

مجھ میں وہ بس گئے

دونو ایک ہوئے

رہ گئی پردہ داری — مجھے سوز نے پھونکا

میں جان سے ہاری

اُن کی چاہت ہوں میں

میری رنگت ہیں وہ

میری حیرت ہوئی

اُن کی آئینہ داری — مجھے سوز نے پھونکا

میں جان سے ہاری

آئینۂ نور

مری زندگی بھی ٹھکانے لگا دے
مٹا دے مری جان اب تو مٹا دے
سُلگتا ہوں مدت سے میں سوزِ غم میں
اِسے ایسا بھڑکا کہ تن من جلا دے
وہ نغمے کہ ارض و سما جس سے گونجیں
مرے سُونے دِل میں اُنہی کو بسا دے
ہر اِک ذرہ جس نور کا آئینہ ہے
وہی نورِ حیرت کو بھی جگمگا دے



میرا دل ٹوٹا ہوا ارمان ہے
جب سے تو اے جانِ جاں انجان ہے
تجھ پہ صدقے جان و دل قربان ہے
تجھ پہ مرمٹنا مرا ایمان ہے
ٹکڑے ٹکڑے کر دے دھجیاں میری اُڑا
میں کہوں گا شکر ہے احسان ہے
دیکھتا ہوں اپنی ہستی میں تجھے
یہ حقیقت ہے، یہی عرفان ہے
مجھ کو کوئی کام بھی آساں نہیں
اُنکو ہر مشکل مری آسان ہے
تیرے ہونے سے وہ حیرت ہو تو ہو
اصل میں بے بس سا اِک انسان ہے
اُن کے جلوے میری حیرت ہیں مگر
یہ دلِ حیراں عبث حیران ہے



کیوں مری زندگی تباہ رہے — مجھ پہ جب آپ کی نگاہ رہے

مے و مینا سے رسم و راہ رہے — میکدہ ہی پناہ گاہ رہے

سر نہ اٹھے کبھی ترا جھک کر — اُنکے قدموں سے ہی نباہ رہے

حشر کیا ہے کرم کی بارش ہے — بھول میں ہم تو بیگناہ رہے

اُسکی حیرت کی انتہا نہ رہے

اتنی حیرت پہ بھی نگاہ رہے



تمہارے در پہ مرٹ کر طے کئے کون و مکاں ہم نے

کہاں چھوڑا تھا اپنے آپ کو پایا کہاں ہم نے

تصوّر میں کسی کا حسن پایا جاوداں ہم نے

اُسی حسنِ تصوّر کو بنایا حرزِ جاں ہم نے

مٹایا عاشقی میں اپنا سب نام و نشاں ہم نے

سجایا لختِ دل سے گلشنِ کون و مکاں ہم نے

گرائیں باغ پر آہ و فغاں کی بجلیاں ہم نے
جلایا اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا آشیاں ہم نے
اِدھر بجلی جلانے کیلئے آئی نشیمن کو
اُدھر جانا اُسی برقِ تپاں کو آشیاں ہم نے
شرابِ ناب برسی بادلوں سے ہم جدھر پہنچے
بدل دی ایک لغزش میں فضائے آسماں ہم نے
کسی کے خونِ بیکس پر کبھی آنسو جو روئے تھے
تو ہر آنسو کو پایا ایک بحرِ بیکراں ہم نے
مِری حیرت کے نقشے میں سمایا گلشنِ عالم
ہر اک ذرّے کو پایا اپنی حیرت کا نشاں ہم نے

سینہ ہے میرا لالہ زار سوزِ دروں بہار ہے
درد ہے میری زندگی دلکی تڑپ قرار ہے
دل میں تمہاری یاد ہے آنکھوں کے رُوبرو ہو تم
کیسے کہوں کہ ہجر میں آنکھوں کو انتظار ہے
غم اُسے غم نہیں کوئی اُسکو خوشی خوشی نہیں
سب سے ہے بے نیاز جو محوِ جمالِ یار ہے
اُس کو کسی سے کیا غرض روئے نہ روئے اب کوئی
کشتۂ انتظار کی خاک بھی سوگوار ہے
او میرے بے خبر تو دیکھ اُسکو نہ پائمال کر
تیرے ہی غمگسار کا ڈھیر نہیں مزار ہے
اپنی سی ہم تو کر چلے اُن کی رضا پہ مر مٹے
اپنی تو بات بن گئی اب انہیں اختیار ہے
بارگہِ نیاز سے اُس کو نہ کیجئے جُدا
حیرتِ زار آپ کا بندۂ خاکسار ہے

خمسہ

وہ حُسن جو مجھ سے مجھے بیگانہ بنا دے
اجڑے سے مرے دل کو پری خانہ بنا دے
ہر سانس کو اک درد کا افسانہ بنا دے
مجبورِ غمِ عشق کو دیوانہ بنا دے
عالم کو اُسی حُسن کا پروانہ بنا دے

وہ تیرِ نظر جنکا زمانہ ہوا شیدا
سینے میں اُتر جاتے ہیں جو بنکے تمنّا
جن کیلئے ہر عاشقِ بیدل ہوا رسوا
آباد تھی ایک ایک ہی سو حُسن کی دُنیا
دِل کو انہیں تیروں کا تو ندرانہ بنا دے

جس دل میں سمایا ترا سودائے محبّت
مسرور رہے ہر حال میں شیدائے محبّت
ہے جس کو ملا دیدۂ بینائے محبّت
دم بھرتا ہے تیرا ہی وہ رسوائے محبّت
فرزانہ بنایا اُسے دیوانہ بنا دے

دزدیدہ نگاہوں سے مرا دل جو چُرایا
حیران بنایا کبھی آئینہ دکھایا
آنکھوں سے چھپا اور کبھی وہ دل میں سمایا
حیرت کا وہ عالم ہے مٹایا نہ بنایا
حیران تمنّا کو وہ کیا کیا نہ بنا دے



ترے درد کی کہانی مِرا رازِ زندگانی
ترے حسن کا فسانہ ہے مِرا غمِ نہانی
مِرا راز ہے اگر تو۔ تو میں ہوں تیری نشانی
نہ تری حیات فانی نہ مِری حیات فانی
کروں دید کی طلب کیوں سُنوں کیوں میں لن ترانی
ہے ابھی مِری نظر میں وہ ادائے من رآنی
میں تجھے ازل میں کھو کر رہا عمر بھر تڑپتا
اِسی جستجو میں آخر بجھی شمعِ زندگانی
مری تیرہ بختیوں کی نہ ہٹی کبھی سیاہی
رہی عمر بھر فروزاں مِری شمعِ زندگانی
وہی بیقراریاں ہیں۔ وہی اضطراب اِس کا
بجز اس کے کیا ہے حیرتؔ دلِ زار کی کہانی



پیمانۂ چشم

اُس دل کو کسی آنکھ کا پیمانہ بنا دے
پھر جان کو میخانوں کا خمخانہ بنا دے
میں یہ نہیں کہتا مجھے فرزانہ بنا دے
تو چاہے تو اے جاں مجھے دیوانہ بنا دے
اپنا نہیں کرنا ہے تو بیگانہ بنا دے
بیگانگی بھی ہاں مجھے تیرا نہ بنا دے
روشن ہیں تری ذات سے عالم کی فضائیں
میرا بھی سیہ خانہ ضیا خانہ بنا دے
اِس حسنِ تماشا گرِ عالم کو مرا جذب
دُنیا کے تماشوں کا تماشا نہ بنا دے
حیرت ہوں کبھی اور کبھی گم کردہ حیرت
وہ حسن مجھے عشق میں کیا کیا نہ بنا دے



سنگِ درِ جاناں ہے اور ہے مری پیشانی
بیخود کئے دیتی ہے ہر ذرّہ کی تابانی

وہ تیرِ نظر آیا دل دینے کی ٹھانی ہے
لازم ہوا کرتی ہے مہمان کی مہمانی

صدقے ترے جلوؤں کے اے ساقیِ لاثانی
حیرت کو بنا ڈالا آئینۂ حیرانی

دنیائے سکوں بھی ہے جمعیتِ دل بھی ہے
الفت کی پریشانی کیسی ہے پریشانی

جس سمت نظر اٹھی بیدار کرشمے ہیں
حیرت کا تصوّر ہے اور جلوۂ نورانی

خموشی کے سوا ہو اور کیا طرزِ بیاں میری
کہ اک لفظ محبت ہے مکمل داستاں میری

تمہارے دم سے جب بگڑی رہے گی مہرباں میری
تو کیوں تقدیر بن جائے نصیبِ دشمناں میری

فریبِ پردہ داری ہے حیاتِ بے زباں میری
الم نشرح نہ کر دیں مجھ کو پردہ داریاں میری

تیرے تیروں کا صدقہ ہے حیاتِ جاوداں میری
مجھے زندہ کئے دیتی ہے مرگِ ناگہاں میری

مری بے تابیوں سے برق لرزاں چرخ سرگرداں
لرزنے بھی نہ دیں گی برق کو بے تابیاں میری

دلِ پر سوز کے تاروں کو تنکوں کی جگہ رکھ دوں
حفاظت آشیاں کی خود کرینگی بجلیاں میری

یہ کس کا عکسِ حیرت ہے عیاں ہو کر بھی میں گم ہوں
کہ حیرت زائے عالم ہو گئیں حیرانیاں میری

کلام ھذا عنائیت کرنے کا شکریہ امجد فرید صابری الوارثی قوال

کسی کا تیرِ نظر دل کے پار ہو کے رہا
تو دل نے دَم بھی نہ مارا نثار ہو کے رہا

تمہاری سوزنِ مژگاں نے کی وہ بخیہ گری
کہ رختِ ہستی مرا تار تار ہو کے رہا

کُھلا تو خانۂ دل میں وہ چھپ کے بیٹھ رہا
چھپا تو ہر جگہ وہ آشکار ہو کے رہا

یہ جذبِ عشق کی تصویرِ زندہ کھنچ کے رہی
مرا مزار تری راہگذر ہو کے رہا

تمہارے روئے منوّر کی روشنی کی قسم
کہ اِس سے قلبِ سیہ جلوہ بار ہو کے رہا

کسی کے دم پہ دلِ زار صبح و شام مٹا
کہ جس کے صدقے وہ شبِ زندہ دار ہو کے رہا

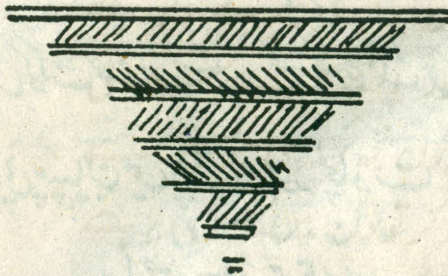
حریمِ حسن میں لرزہ نہ کس لئے آئے
نہ مزار کوئی بے قرار ہو کے رہا

قسم ہے ان کی عطا کی کہ بے بسی کے عوض
ہر اختیار مرا اختیار ہو کے رہا

اگرچہ حُسن کی حیرت اسے ملی نہ ملی
مگر وہ عشق کا آئینہ دار ہو کے رہا

کلام ھذا عنائیت کرنے کا شکریہ امجد فرید صابری الوارثی قوال

پوربی بھاشا



ساجن دھاؤ ہمری اور

ہمرے نیناں تم بن کور

کارے کارے بدرا آئے　　بجری چمکت من کرپاپے

رات اندھیری گھری ندیا　　پپیا مچاوت شور

ساجن دھاؤ ہمری اور

کوئل کوکت بھنورا ڈولت　　کلین کلین نگ رس ڈھونڈت

پی پی پپیہا بن میں پکارے　　مور مچاوت شور

ساجن دھاؤ ہمری اور

میں داسی بن تمرے اُداسی　　تمرے درس بن جات نراسی

آؤ ساجن گروا لگالو　　سانجھ بھئی اب بھور

ساجن دھاؤ ہمری اور

کرم کی پھوٹی جنم کی ہاری　　سہاگ کی رات سے برہ کی ماری

نام پہ تمرے بیٹھ رہونگی　　نئی نویلی نکور

ساجن دھاؤ ہمری اور

باٹ ڈگر موری بہیاں گہینی　　نندن پکرت لجیا چھینی

کون نگر اب چھپائے ہو جیت　　او بالم چت چور

ساجن دھاؤ ہمری اور

پریمی آگ سے کاہے ڈرے
تورا پریم ہے تورا رکھیا
پریم کی آگ تو ہردے جرائے تن من سگرو راکھ بنائے
پریمی تیرا اب کیا بچا ہے جس کی تو فکر کرے
پریمی آگ سے کاہے ڈرے
پریم نے تجھ کو آگ بنایا آگ نے آگ کو کب تھا بجھایا
آگ تو آگ کو اور بھڑکاوے بچے جو ایسے مرے
پریمی آگ سے کاہے ڈرے
جن نین مل نیر بہایو جگ کی آگ کو ور و بجھایو
جگ کو ٹھنڈا کریں پریمی وہ نیناں حسرت بھرے
پریمی آگ سے کاہے ڈرے
تورا پریم ہے تورا رکھیا
پریمی ....

ختم شد